شمارہ نمبر 20 | ستمبر/اکتوبر 2014۔ ذیقعد/ذی الحج 1435 ہجری

نُصرۃ

میگزین

سر سید احمد خان کا کردار

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ
(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرہ آیات 106-107

سلطان متغلب

غزہ کے مسلمانوں کی حمایت میں مظاہرے

اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں مکان بنا

امریکی پالیسی کے تناظر میں پاک بھارت تعلقات

نصرة میگزین / شمارہ : 18

مئی / جون 2014۔ رجب / شعبان 1435 ہجری

اس شمارے میں

اداریہ: ہمارے جیسے حکمران

غزہ، فلسطین کے نہتے مسلمان شہریوں پر یہودی ریاست کے ظلم و ستم کے خلاف مسلمانوں نے پہلے سے کہیں زیادہ غصے کا اظہار کیا۔ انڈونیشیا سے مراکش تک مسلمانوں نے اپنے غم وغصے کا اظہار سڑکوں اور سوشل میڈیا پر کیا۔ مسلمانوں کا عمل ایک امت کے تصور کا عملی مظاہرہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى** "اگر جسم کا کوئی حصہ بیمار ہوتا ہے تو پورا جسم تکلیف اور بخار کو محسوس کرتا ہے"(مسلم)۔

پہلے سے کہیں زیادہ مسلم حکمرانوں کو ان کی بے عملی پر سخت تنقید کا نشانہ بنا گیا۔ پاکستان میں یہ ایک عام بات تھی کہ مسلمان افواج پاکستان سے غزہ کے مسلمانوں کی مدد کے لئے حرکت میں آنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ یہ وہ مطالبہ تھا جو اکثر مظاہروں، گلی محلوں میں ہونے والی گفتگو اور سوشل میڈیا پر کیا جارہا تھا۔ اور کیوں نہ یہ مطالبہ کیا جائے؟ کیا ریاست کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ظلم کے خلاف قوت و طاقت کا مظاہرہ کرتی ہے چاہے وہ اسلامی ریاست ہو یا نہ ہو؟ کیا پاکستان کی افواج کو دنیا بھر میں اقوام متحدہ کے جھنڈے تلے نہیں بھیجا جاتا؟ تو پھر کیوں رسول اللہ ﷺ کے کلمہ طیبہ سے مزین جھنڈے کے سائے تلے ہماری افواج کو قبلہ اول اور مسجد اقصیٰ کو آزاد کروانے کے لئے نہیں بھیجا جاسکتا؟ کیا یہ ہمارے بھائیوں کو مدد فراہم کرنے کا عملی مظاہرہ نہیں ہوگا؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، **وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ** "اگر دین کی وجہ سے وہ تم سے مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد واجب ہے" (الانفال:72)۔

غزہ، فلسطین کے نہتے مسلمان شہریوں پر یہودی ریاست کے ظلم و ستم کے خلاف مسلمانوں نے پہلے سے کہیں زیادہ غصے کا اظہار کیا

پہلے سے کہیں زیادہ مسلم حکمرانوں کو ان کی بے عملی پر سخت تنقید کا نشانہ بنا گیا

اور پہلے سے کہیں زیادہ ایسا نظر آتا ہے کہ مسلمان ریاست واختیار کی شکل میں اسلام کی واپسی کے لئے تیار ہیں

اس امت کے اچھے لوگ اس بات کے حقدار ہیں کہ اس خلیج کو ختم کرنے کے لئے انہیں اچھے حکمران میسر آئیں

اور پہلے سے کہیں زیادہ ایسا نظر آتا ہے کہ مسلمان ریاست و اختیار کی شکل میں اسلام کی واپسی کے لئے تیار ہیں۔ عوام اور موجودہ حکمرانوں کے درمیان خلیج اس قدر بڑھ چکی ہے جو کسی صورت کم نہیں کی جاسکتی بلکہ اس خلیج کو ایک مکمل تبدیلی ہی ختم کر سکتی ہے۔ عوام میں ایک طاقتور ریاست جو اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کرتی ہو، کا مطالبہ بڑھتا چلا جارہا ہے۔ یقیناً لوگ اپنے حکمرانوں جیسے ہوتے ہیں لہٰذا موجودہ صورتحال زیادہ عرصے تک جاری نہیں رہ سکتی۔ اس امت کے اچھے لوگ اس بات کے حقدار ہیں کہ اس خلیج کو ختم کرنے کے لئے انہیں اچھے حکمران میسر آئیں۔ ایک ایسا باعزت خلیفہ جو رسول اللہ ﷺ کے اس قول کا عملی نمونہ ہو کہ **الْإِمَامُ جُنَّةٌ، يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ، وَيُتَّقَى بِهِ** "بے شک خلیفہ ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے"(مسلم)۔

تفسیر سورۃ البقرۃ 106 تا107



مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو الرَشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ * أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلاَ نَصِيرٍ

"ہم جب کوئی بھی آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے چھوڑ دیتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اُسی جیسی (آیت) لے آتے ہیں۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ وہ ذات ہے کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت تنہا اُسی کی ہے اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا رکھوالا ہے نہ مددگار؟" (البقرۃ:106-107)

آیت کے شروع میں **مَا نَنسَخْ** آیا ہے، یہ نسخٌ سے ہے۔ عربی لغت میں نسخ کا معنی ہے زائل کر دینا اور نقل کرنا۔ جیسے عرب کہتے ہیں نَسَخَتِ الریحُ الاَثَرَ "ہوا نے اس کا اثر زائل کر دیا" یا کبھی کہتے ہیں نَسَخْتُ الکتَابَ "میں نے کتاب سے نقل کیا"۔

شرعی اعتبار سے نسخ اس کو کہتے ہیں کہ ایک نص جو پہلے آئی تھی، اُس سے ثابت ہونے والے حکم کی جگہ دوسرا حکم رکھ دیا جائے جو بعد میں آنے والی نص سے ثابت ہو رہا ہے۔

پھر **نُنسِهَا** جو آیت میں موجود ہے اس کے دو معنی ہیں، یا تو نسیان سے ہے تو اس کا معنی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے کسی آیت کو بھلوا دیں، چنانچہ آنحضور ﷺ کی یاد سے نکال کر اس حکم کو اُٹھا دیا جائے، یا اس کا معنی ہے کہ حکم کے اندر کسی قسم کی تبدیلی کئے بغیر اپنی حالت پر چھوڑ دینا، اس کا معنی ہو گا "ہم منسوخ نہ کر دیں"، یہ ایسا ہے جیسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول نَسُو اللهَ فَنَسِيَهُم "اُنہوں نے اللہ کو چھوڑا تو اللہ نے ان کو چھوڑا" (التوبۃ:67)

نُنسِهَا کی ایک متواتر قرات اَور بھی ہے، نَنسَأھَا، قُراءِ سبعہ میں سے اِمامَین (ابو عمرو اور ابن کثیر) نے اسی طرح پڑھا ہے (اس میں نون کے اوپر زبر ہے اور سین کے بعد ہمزہ ہے) اور باقی پانچ قاریوں نے نُنسِهَا نون کے اوپر پیش کے ساتھ پڑھا ہے، (اس میں سین کے بعد ہمزہ نہیں)۔ نَنسَأھَا اصل میں نسأت ھذا الامر انسؤہ نسأً و نساءً سے ہے یعنی میں نے اس کام کو مؤخر کر دیا۔

اب اس قراءت کے مطابق معنی یوں بنتا ہے کہ ہم آیت کو مؤخر کر دیں اور اس کو منسوخ نہ کر دیں بلکہ منسوخ کئے بغیر اس کو اسی طرح ہی چھوڑ دیں۔ یہ قرات محکم ہے کیونکہ اس کا ایک ہی معنی ہے اور جیسا کہ اصول فقہ میں ہے کہ متشابہ کو محکم کے ذریعے پرکھا جائے گا۔ اس اصول کے مطابق نسیان یعنی بھلا دینے کا معنی بعید لگتا ہے، چنانچہ اس کا ایک ہی معنی باقی رہتا ہے خواہ اس کو نُنسِهَا پڑھا جائے یا نَنسَأھَا وہ ایک معنی یہ ہے کہ "جو آیت ہم مؤخر کر دیں اور منسوخ کئے بغیر اس کو بحالہ چھوڑ دیں"، کیونکہ اس صورت میں دونوں قراتیں متواتر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا معنی بھی ایک ہو جاتا ہے۔

نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا یعنی منسوخ کر دینے کے وقت اللہ سبحانہ منسوخ شدہ آیت سے بہتر یا اس کی طرح کی کوئی دوسری آیت نازل کر دیں گے۔ یہاں **نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا (مَا نَنسَخْ)** کے جواب میں ہے، بنابریں آیت کا معنی یوں ہو گا کہ کوئی بھی آیت ہم منسوخ کر دیں تو اس سے بہتر یا اُسی جیسی کوئی دوسری آیت لا دیں گے۔ جہاں تک **نُنسِهَا** کو ذکر کرنے کا تعلق ہے، جس کا معنیٰ ہے "آیت کو مؤخر کر دیں اور منسوخ کئے بغیر اس کو بحالہ چھوڑ دیں" تو اس کے ساتھ **نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا** کا تعلق نہیں۔ اس لئے میرے نزدیک اللہ کی مدد سے راجح یہ ہے کہ یہ قول **ننسها** صرف ایک اضافی سمجھ کے لئے لایا گیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کچھ آیتوں کو منسوخ کر دیتے ہیں اور کچھ کو منسوخ کئے بغیر چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر صرف یہ کہا جاتا کہ ماننسخ من آیۃ نأت بخیر منھا أو مثلھا اور **ماننسخ** کے بعد **أو نُنسِها** کو نہ لاتے تو اس بات کا احتمال تھا کہ کوئی اس سے یہ سمجھ لے کہ قرآن کی آیات سب منسوخ کئے جاسکتے ہیں۔ تاہم جب **أو نُنسِهَا** کو ذکر کیا جس کا معنی ہے منسوخ کئے بغیر اپنی سابقہ حالت پر آیت کو چھوڑ دینا تو یہ احتمال زائل ہو جاتا ہے اور ہمارے حق میں تسلی ہوئی کہ کچھ آیات میں تو نسخ واقع ہو گا اور کچھ آیات ایسی ہیں جن

کے اندر نسخ نہیں ہو گا بلکہ منسوخ کئے بغیر چھوڑ دی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کہ **أو مثلها** کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی ہم کوئی دوسری آیت نازل کر دیں گے جو منسوخ آیت کی مثل ہو گی۔ جبکہ **بخير منها** "اُس سے بہتر" کا حقیقی معنی یہاں نا ممکن ہے کیونکہ ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ بہتری میں مقابلہ نہیں کیا جاسکتا کہ ایک آیت کو دوسری سے بہتر کہا جائے، کیونکہ سارا اللہ کا کلام ہی ہے۔ اس لئے یہاں حقیقی معنی کی بجائے مجازی معنی مراد لینا ناگزیر ہے جس کے لئے "حکم" کا لفظ بڑھانا پڑتا ہے جس کو اِضمار کہتے ہیں۔ اب معنی یوں بنتا ہے کہ ہم ایسی آیت نازل کر دیں گے جس سے اخذ کردہ حکم منسوخ شدہ آیت سے لئے گئے حکم سے بہتر ہو گا، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کسی آیت کی منسوخی تب ہی مکمل ہو جاتی ہے جب اس کی مثل کوئی آیت نازل کی جائے یا ایسی آیت نازل کی جائے جس کے اندر موجود حکم منسوخ آیت کے حکم سے بہتر ہو۔

قرآن میں اضمار کی مثالیں بہت سی ہیں جیسے **وَاسْأَلْ الْقَرْيَةَ** (یوسف:82) اس کا لفظی معنی ہے کہ "اس گاؤں سے پوچھ لو" جبکہ حقیقت میں یہاں لفظ "اہل" کا اضافہ مراد ہے یعنی اہل قریہ (گاؤں والوں) سے پوچھ لو۔ یہ اضافہ اس لئے ناگزیر ہے کہ اس کو حقیقت پر محمول کرنا ممکن نہیں کیونکہ گاؤں کی حقیقت ہی ایسی ہے کہ اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح سورۃ البقرہ میں آیا ہے **وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ** (البقرۃ:93) اس کا لفظی معنی ہے کہ "بچھڑا ان کے دلوں میں پلایا گیا" جبکہ یہی معنی مراد لینا درست نہیں کیونکہ بچھڑے کا ان کے دلوں میں پلایا جانا ناممکن ہے۔ اس لئے یہاں "حُبّ" کا اضافہ مانیں گے یعنی "حُبُّ العجلِ" اُن کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلائی گئی، اس لئے ہم نے **نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا** کے اندر "الحکم" کا اضافہ تسلیم کیا یعنی نَأْتِ بِآيَةٍ اَلحکم المستفاد منها خَیرٌ مِنَ الحُکم المُستفادِ مِنهَا یعنی منسوخ کردہ آیت سے مستفاد حکم سے بہتر حکم لائیں گے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ایک آیت دوسری آیت سے بہتر نہیں۔

جہاں تک احکام کا ایک دوسرے سے بہتر ہونے کی بات ہے تو یہ کچھ اس طرح ہوتا ہے:

1۔ اس میں دنیوی زندگی میں بہتری ہو مثلاً ایک حکم کو منسوخ کر دیا جائے اور اس کے بدلے کوئی اور آسان حکم وضع کیا جائے یا کوئی جدید حکم وضع کئے بغیر حکم کو منسوخ کیا جائے۔ یہ ایک حسی اور دنیوی بہتری ہے کیونکہ اس طرح حکم کی ادائیگی میں سہولت اور آسانی ہو جاتی ہے۔

2۔ اس میں آخرت کے اجر وثواب کے اعتبار سے بہتری ہو، جیسے ایک حکم کو منسوخ کرکے اس کے بدلے کوئی ایسا حکم وضع کیا جائے جس میں پہلے کی بہ نسبت مشقت زیادہ ہو۔ چنانچہ یہ حکم اس اعتبار سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن اس کا اجر وثواب زیادہ ہو گا کیونکہ اس کی ادائیگی میں مشقت زیادہ تھی، تو یہاں بہتری آخرت کے اعتبار سے ہوئی۔

اس بناء پر آیت کریمہ کا معنی یوں کریں گے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بعض آیات کو منسوخ کئے بغیر چھوڑ دیتا ہے اور کچھ آیات کو منسوخ بھی کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں تو اس کی جگہ اُسی جیسی کوئی دوسری آیت لے آتے ہیں یا ایسی آیت جس کے اندر موجود نیا حکم منسوخ آیت کے اندر موجود حکم سے بہتر ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا یہ بہتری یا تو محسوس اور دنیوی ہوتی ہے کیونکہ اس دنیا میں اس کی ادائیگی میں ایک سہولت ہو جاتی ہے یا پھر اخروی ہوتی ہے کہ اس کا اجر پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

جہاں تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ہے **اَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ط أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلاَ نَصِيرٍ** تو اس میں استفہام تقریری ہے یعنی شروع آیت میں جو ہمزہ آیا ہے یہ تقریر کیلئے ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب کیا گیا ہے کہ "اے پیغمبر! آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور تمام امور اس کے دست قدرت میں ہیں وہی ان امور کو چلاتا ہے اور اپنے بندوں کی بھلائی کو جانتا ہے اس لئے کچھ احکامات کو منسوخ اور کچھ کو منسوخ کئے بغیر چھوڑ دیتے ہیں، اور اس کے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، اس کے سوا تم سب کا کوئی دوست اور مددگار نہیں"۔

تو یہاں استفہام تقریر کے لئے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں **اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ** "(اے پیغمبر!) کیا ہم نے تیرے لئے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟" (الشرح:1) یعنی ہم نے تیرا سینہ کھول دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ **أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ** "کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟" (الزمر:36) یعنی اللہ اپنے بندے کے لئے کافی ہے۔

نسخ کے بارے میں فائدہ:

جیسا کہ ہم نے کہا نسخ کا معنی ہے سابقہ نص سے لئے گئے حکم کو اُٹھا کر اس کی جگہ دوسرا حکم شرعی وضع کیا جائے جو بعد میں آئی نص سے مستفاد ہوتا ہے۔ کسی نص کے اندر نسخ کے ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہے:

1. یہ کہ ایک ہی موضوع سے متعلق ایک نص کے بعد دوسری صریح نص آجائے۔
2. یہ کہ دونوں نصوص میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو سابقہ نص میں موجود حکم کی منسوخی پر صراحت کے ساتھ دلالت کرے اس لئے صرف تعارض کا شبہ وغیرہ نسخ کے ثبوت کے لئے کافی نہیں۔
3. نسخ احکام میں واقع ہوتا ہے نہ کہ خبر میں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس امر کے بارے میں خبر دے وہ صرف سچ ہی ہو سکتا ہے سو اس میں مطلقاً کسی قسم کا نسخ نہیں ہوتا۔ نسخ جہاں بھی آئے ہیں،

نصوص کی چھان بین سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صرف احکام شرعیہ میں واقع ہوئے ہے۔

4. کہیں بھی نسخ تلاوت نہیں کیا گیا۔ اس لئے کسی بھی آیت کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی۔ جتنا قرآن نازل ہوا جسے قرآن مجید کہا جاتا ہے اس میں کسی بھی آیت کو منسوخ نہیں کیا گیا۔ جہاں تک ان عبارتوں کا تعلق ہے جو احد احادیث کے ذریعے بطور قرآن منقول ہیں تو وہ قرآن نہیں کیونکہ قرآن رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ ہے اور یہ لوگوں پر ایک قطعی حجت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کا لوگوں کے پاس قطعی ذریعے سے پہنچنا ضروری ہے، یعنی نقل متواتر کے ساتھ کیونکہ اس کا نزول نبی کریم ﷺ پر ہوتا تھا اور آپ ﷺ اس کو ایک جماعت کے سامنے تلاوت فرمایا کرتے اور لوگ اس کو لکھتے پھر ان سے دیگر لوگ لکھ لیا کرتے تھے۔ اس میں یہ ممکن نہیں کہ احد (خبر واحد) کے راستے سے نقل ہو جائے کیونکہ اس کی تلاوت احد کی موجودگی میں نہیں کی گئی بلکہ جماعتوں کے روبرو کی گئی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہوئی ہے **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** "ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں" (الحجر:9)۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ قرآن ہمیں مقطوع اور یقینی ذرائع سے پہنچا، نہ کہ ظنی ذرائع سے۔ اس تمام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو کچھ بطریق احد نقل ہوا ہے وہ قرآن نہیں۔ اس لئے اس مصحف کے علاوہ کوئی اور چیز قرآن نہیں اور چونکہ یہ پورا قرآن وحی متلو ہے اور اس کی کسی آیت کی تلاوت میں نسخ واقع نہیں ہوا، تو یہ اس کی قطعی دلیل ہے کہ کسی آیت کی تلاوت کی تنسیخ نہیں ہوتی بلکہ صرف اس کے حکم کو منسوخ کر دیا جاتا ہے۔

5. آیت ہی آیت کو منسوخ کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ** "اور جب ہم کسی آیت کو دوسری آیت سے بدل دیں" (النحل:101)۔ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ آیت کو آیت کے ذریعے منسوخ فرماتے ہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا آیت میں جو آیا ہے کہ **مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا** "ہم جب کوئی آیت منسوخ کر دیں یا اس کو چھوڑ دیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل لے آئیں گے"۔ تو اللہ تعالیٰ ہی کوئی ایسی آیت لاتا ہے جو آیت کو منسوخ کر دے، یعنی نسخ کی دلیل خود آیت ہی ہوگی کیونکہ اللہ کی طرف سے جو کچھ نازل ہوتا ہے وہ آیت ہی ہوتی ہے، پس قرآن ہی اللہ کا کلام ہے۔ اور سنت کی وحی اگرچہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو وہ اپنے رسول کی طرف نازل فرماتا ہے مگر سنت کے معنی کی وحی اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے جبکہ اس کے الفاظ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جاتی ہے۔ اس بنا پر سنت قرآن کے لئے ناسخ نہیں بن سکتی خواہ سنت متواترہ ہو یا ظنی۔ کیونکہ سابقہ دونوں آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیت کو آیت کے ذریعے منسوخ کیا جاتا ہے۔ جہاں تک سنت کو منسوخ کر دینے کی بات ہے تو قرآن کے ذریعے بھی اس کو منسوخ کیا جاتا ہے اور خبر واحد کو خبر متواتر اور دوسری خبر واحد سے بھی منسوخ کیا جاتا ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے۔

6. نسخ اور عام کو خاص کرنے کے درمیان فرق ہے۔ پس نسخ ایک حکم کو مکمل طور پر روک دینے اور اُٹھا دینے کو کہتے ہیں اور اس کے بعد پھر اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ جبکہ عام کی تخصیص یہ ہوتی ہے کہ حکم عام کے کسی جزو کی نسبت سے حکم کو اُٹھایا جائے نہ کہ پورے حکم کو۔ اس کی مثال جیسے قبلہ اول مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز کو منسوخ قرار دیا گیا اور اس کی جگہ کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا۔ اس لئے نئے قبلے (کعبہ) کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دے کر پہلے حکم یعنی مسجد اقصیٰ کی طرف نماز پڑھنے کا یکسر اُٹھایا جانا نسخ ہے۔

عام کو خاص کرنے کی مثال چرنے والے مویشیوں کے ساتھ زکوٰۃ کی تخصیص کی ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے ((فِي الإِبِلِ السَائِمَةِ زَكَوٰةٌ)) "چرنے والے اُونٹوں میں زکوٰۃ ہے"۔ یہ حدیث اس عام حدیث کی تخصیص کرتی ہے جس میں چرنے والے اور نہ چرنے والے ہر قسم کے مویشیوں پر زکوٰۃ کا حکم ہے وہ حدیث یہ ہے ((فإذا بلغت الإبل إحدى وعشرين ومائة ففي كلّ أربعين بنت لبون وفي كلّ خمسين حقة)) "جب اونٹوں کی تعداد 121 تک پہنچ جائے تو پھر ہر چالیس اونٹوں میں سے ایک دو سالہ اونٹنی (جو گابھن ہونے کے قابل ہو) واجب ہے اور ہر پچاس میں سے تین سالہ اونٹنی واجب ہے (بیہقی ج4 ص105، المستدرک ج1 ص552، بخاری 1386، 2349، الترمذی 1064، احمد ج1 ص11)۔ یہاں تمام اونٹوں سے زکوٰۃ نہیں اُٹھائی گئی بلکہ نہ چرنے والے اور کام کرنے والے اونٹوں سے اُٹھائی گئی جبکہ چرنے والے اونٹوں میں جو کام بھی نہ کرتے ہوں باقی رکھا گیا۔ تو یہاں عام کے ایک جزو سے حکم کو اٹھایا گیا، اس کو عام کی تخصیص کہتے ہیں یہ نسخ نہیں۔

7. نسخ کے بارے میں تمام نصوص کی چھان بین سے واضح ہوتا ہے کہ منسوخ شدہ حکم کی بہ نسبت جدید حکم کی نوعیت تین حالات میں مختلف ہوتی ہے۔

ا۔ جدید حکم منسوخ حکم سے ہلکا ہو۔

خواہ ادائیگی کے اعتبار سے ہلکا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

بقیہ صفحہ 15 پر۔۔

رَبّ ابْنِ لِی عِندَكَ بَیْتاً فِی الْجَنَّةِ

"اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا"(التحریم:11)

تحریر: مصعب بن عمیر

صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ہیں جو انسان میں جنت کے حصول کی خواہش کو جگا سکتے ہیں اور اُسے اِس قابل کر سکتے ہیں کہ اس کی نگاہیں اس دنیا کی زندگی کی لذتوں اور آسائشوں سے آگے کی اُس دنیا کو دیکھ سکیں جو کبھی نہ ختم ہونے والی ہے اور جس کی لذتیں اور آسائشیں بھی کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایسی مثال دیتے ہیں کہ انسانی ذہن اس کے متعلق سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے، اس کا دل اُسے پانے کی خواہش سے لبریز ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھیں اُسے دیکھنے کی تمنا میں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں ، **وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً لِّلَّذِينَ ءامَنُواْ امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِى عِندَكَ بَيْتاً فِى الْجَنَّةِ وَنَجِّنِى مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِى مِنَ الْقَوْمِ الظَّـلِمِينَ** "اور اللہ نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال فرمائی جبکہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا اور مجھے ظالم لوگوں سے خلاصی دے"(التحریم:11)

سبحانہ اللہ کس قدر طاقتور مثال ہے فرعون کی بیوی، حضرت آسیہ بنت مزاحم کی! ان کی شادی اس گھر میں ہوئی تھی جہاں اس قدر دولت کی فراوانی اور زبردست طاقت تھی کہ شاید ہی کوئی ایسی دولت اور طاقت حاصل کر سکے اگر وہ اپنی پوری زندگی بھی اس کے حصول میں خرچ کر دے۔ وہ ایک پیار اور خیال رکھنے والی ماں تھیں اور اپنی اولاد سے بہت محبت کرتی تھیں لیکن انھیں اپنی اولاد کی جدائی کا غم اٹھانا پڑا۔ لیکن اپنے ایمان کی خاطر انھوں نے اپنی نگاہیں اس جانب مرکوز کر دیں جو اس بات کی زیادہ حقدار تھی یعنی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جنت۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ، "زمین پر بسنے والے لوگوں میں فرعون سب سے زیادہ جابر اور ایمان کی دولت سے محروم تھا۔ اللہ کی قسم! اس کی بیوی اس کے کفر سے متاثر نہیں ہوئی تھی کیونکہ انھوں نے اپنے رب کی طابعداری کی تھی"۔ یہ اللہ کی اس جنت کی جانب نظریں مرکوز کرنے کا نتیجہ تھا کہ ایک نازک اور کمزور عورت نے لوہے جیسے مضبوط ارادے کا مظاہرہ کیا۔ یہ ارادہ اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ میں گزرے کئی جابر اسے توڑ نہ سکے! ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ سیلمان نے کہا کہ " فرعون کی بیوی پر سورج کی تپش میں تشدد کیا گیا اور جب فرعون اپنے تشدد کے سلسلے کو روکتا تو فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایا کر دیتے۔ انھیں جنت میں ان کا گھر دیکھایا گیا"۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ القاسم بن ابی بازح نے کہا کہ " فرعون کی بیوی کہا کرتی تھی، 'کون باقی رہا'۔ جب انھیں بتایا جاتا موسیٰ اور ہارون تو وہ فرماتیں،' میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان رکھتی ہوں''"۔

یہی اُس جنت کے حصول کی شدید خواہش تھی جس نے انھیں جابر اور اس کے جبر کے سامنے ثابت قدم رکھا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان سے اس قدر خوش ہوئے کہ انھیں اُس موت سے محفوظ رکھا جو جابر انھیں دینا چاہتا تھا کہ اس کے مارنے سے قبل ہی ان کی روح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے پاس پہنچ گئی۔ فرعون نے اپنے ساتھی ان کی پاس بھیجے اور ان سے کہا کہ سب سے بڑا پتھر تلاش کرنا اور اگر وہ اپنے ایمان پر اصرار کرے تو وہ پتھر اُس کے سر پر مار دینا، ورنہ وہ میری بیوی ہے۔ جب فرعون کے ساتھی بی بی آسیہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے آسمان کی جانب دیکھا اور جنت میں موجود اپنے گھر کو دیکھا۔ انھوں نے اپنے ایمان پر اصرار کیا اور پھر اللہ کے حکم سے ان کی روح قبض کر لی گئی۔ آخر میں وہ پتھر ان کے بے جان جسم پر پھینکا گیا۔ یہ مثال ہر اس مرد اور عورت کے لئے ہے جو اس دنیا کو چھوڑ کر اپنے رب کی رضا کے لئے حق پر اور جابر کے سامنے ڈٹا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مقدس روح کے متعلق فرمایا، **أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ: خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَمَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ** " جنت کی خواتین میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں"۔

موجودہ دور کے مسلمانوں کے لئے یہ ایک انتہائی طاقتور مثال ہے جو انھیں اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ آج کے دور کے جابروں، بشار، کریموف اور ان جیسوں کے سامنے استقامت کے ساتھ کھڑے ہوں سکیں جو مسلمانوں پر کفر نافذ کرتے ہیں۔ ہمیں کسی صورت اس عمل سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہے کوئی جان سے مارنے کی دھمکیاں دے یا ہمیں جان سے مارنے کی کوشش کرے۔ اس دنیا کی زندگی اور اس میں پیش آنے والی تکالیف کا جنت کی ہمیشہ ہمیشہ کی راحت سے کیا مقابلہ ہے؟ **إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّلِحَاتِ**

وَأَخْبَتُوٓاْ إِلَى رَبِّهِمْ أُوْلَـئِكَ أَصْحَبُ الجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَـلِدُونَ " یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے کام بھی نیک کیے اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے، وہی جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں"(ھود:23)۔ ہمیں کسی صورت جبر کو ختم کرنے کی کوشش سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہے زندانوں میں چلے جانے کی وجہ سے یا جابروں کے غنڈوں سے بچنے کے لئے ہمیں اپنے گھر ہی کیوں نہ چھوڑنا پڑے اور اس کے نتیجے میں ان لوگوں سے ہی کیوں نہ جدا ہو جائیں جن سے ہم محبت کرتے ہیں۔ ہاں جب ہم اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں اور بوڑھے والدین سے جدا ہوتے ہیں تو دل غم سے بوجھل ہو جاتا ہے لیکن ایسی کوئی بھی جدائی بہت مختصر ہوتی ہے اگر اس کا تقابلہ ہمیشہ ہمیشہ کی جنت کی زندگی سے کیا جائے جہاں ہمیں پھر اپنے پیاروں سے ملا دیا جائے گا اور پھر کوئی کبھی بھی جدا نہ کرسکے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں، **جَنَّـتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَـهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ءَابَائِهِمْ وَأَزْوَجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالمَلَـئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِّن كُلِّ بَابٍ** "ہمیشہ رہنے کے باغات، جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ، دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیکوکار ہوں گے، ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے"(الرعد:23)۔ لہٰذا اللہ انھیں ان کے پیاروں کے ساتھ اکٹھا کرے گا جو ان کے باپوں، خاندان اور اولادوں میں سے ہونگے اور نیکو کار بھی ہونگے اور اس بات کے حقدار ہونگے کی وہ جنت میں داخل ہوں تا کہ انھیں دیکھ کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے۔ جدائی کے بعد کیا ہی خوشیوں والا ملاپ ہوگا! **ادْخُلُواْ الْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَجُكُمْ تُحْبَرُونَ - يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَـفٍ مِّن ذَهَبٍ وَأَكْوَبٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَـلِدُونَ - وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِى أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ - لَكُمْ فِيهَا فَـكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ** "تم اور تمھاری بیویاں ہشاش بشاش(راضی خوشی) جنت میں چلے جاؤ۔ ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔ یہاں تمھارے لئے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے "(الزخرف:73-70)۔ وہ لوگ جنہیں ان کے پیاروں سے جدا کر دیا گیا ہے انہیں چاہیے کہ وہ صبر کریں اور اپنی اس صورتحال پر افسوس نہ کریں اور نہ ہی غمگین ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جنت میں ان لوگوں کے درجات کو بھی بلند فرمائیں گے جن کے درجات بلند نہیں ہوں گے اور انہیں بلند درجوں والوں تک بلند کریں گے اور ایسا کرنے سے بلند درجوں والوں کے درجات کم نہ ہوں گے اور یہ اللہ کی خاص مہربانی ہوگی۔ عبدل اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ، **جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ** "ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ: اے اللہ کے پیغمبر! اس آدمی کے متعلق آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں جو لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان کے درجات کو نہیں پہنچ پاتا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے وہ پیار کرتا ہے"(بخاری:5703)۔ ال بزر نے حسن اسناد کے ساتھ عبدل اللہ بن عمر سے روایت کی کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: **مَنْ أَحَبَّ رَجُلا لِلَّهِ ، فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّكَ لِلَّهِ ، فَدَخَلا الْجَنَّةَ ، فَكَانَ الَّذِي أَحَبَّ أَرْفَعُ مَنْزِلَةً مِنَ الآخَرِ ، الْحَقُّ بِالَّذِي أَحَبَّ لِلَّهِ** "جو شخص بھی اللہ کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے اور کہتا ہے: میں نے تم سے اللہ کے واسطے محبت کی، اور پھر انہیں جنت میں داخل کر دیا گیا، اور ان میں ایک کا درجہ دوسرے سے بلند تھا لیکن دوسرے کو پہلے والے کے ساتھ ملا دیا جائے گا"(ال بزر:2439)۔

تو ہمیں جابروں کے سامنے ثابت قدم رہنا ہے ، مسلمانوں کو مصائب سے بچانا ہے اور بلند درجات کو حاصل کرنا ہے کہ یہی جنت کا راستہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **هَلْ تَدْرُونَ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللهِ؟** "کیا تم جانتے ہوں کی اللہ کی مخلوقات میں سے کون سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا؟ **أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ خَلْقِ اللهِ الْفُقَرَاءُ الْمُهَاجِرُونَ الَّذِينَ تُسَدُّ بِهِمُ الثُّغُورُ، وَتُتَّقَى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَيَمُوتُ أَحَدُهُمْ وَحَاجَتُهُ فِي صَدْرِهِ، لَا يَسْتَطِيعُ لَهَا قَضَاءً، فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ مَلَائِكَتِهِ: ائْتُوهُمْ فَحَيُّوهُمْ، فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: نَحْنُ سُكَّانُ سَمَائِكَ، وَخِيرَتُكَ مِنْ خَلْقِكَ، أَفَتَأْمُرُنَا أَنْ نَأْتِيَ هؤُلَاءِ وَنُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ؟ فَيَقُولُ: إِنَّهُمْ كَانُوا عِبَادًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا، وَتُسَدُّ بِهِمُ الثُّغُورُ، وَتُتَّقَى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَيَمُوتُ أَحَدُهُمْ وَحَاجَتُهُ فِي صَدْرِهِ لَا يَسْتَطِيعُ لَهَا قَضَاءً قَالَ : فَتَأْتِيهِمُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ ذَلِكَ فَيَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَاب** "اللہ کی مخلوقات میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے غریب مہاجرین(جنھوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی)ہوں گے جن کی وجہ سے سرحدوں کی حفاظت ہو گی اور بیشتر مشکلات سے بچاؤ ہو گا۔ ان میں سے ایک اس حال میں مرا کہ اس کی ضرورت اس کے دل میں ہی رہ گئی کیونکہ وہ خود اپنی اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ اپنے فرشتوں

بقیہ صفحہ 30 پر

قابض برطانیہ کو برصغیر میں استحکام فراہم کرنے میں سرسید احمد خان کا کردار

تحریر: عرفان پاشا

عمومی طور پر پاکستان میں چھپنے والی نصابی اور غیر نصابی کتب میں برصغیر پاک و ہند، تشکیل پاکستان اور 1857ء کی جنگ آزادی کے متعلق جو معلومات امت کے نوجوانوں کو دی جاتی ہیں وہ غلط اور بد دیانتی پر مبنی ہیں۔ واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔ تاریخ میں جن شخصیات کو ہمارے لیے ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے ان میں سے بہت سے براہِ راست انگریز کے ایجنٹ رہے ہیں جیسا کہ آج افغانستان میں امریکی قبضے کے تحت کرزئی اور اس کے حواریوں کی حقیقت ہے یا پھر عراق میں امریکہ کی قائم کردہ حکومت کا معاملہ ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے برصغیر کی صورتِ حال اس سے کچھ مختلف نہ تھی۔ انگریز نے اپنی عملداری میں اپنے وفادار لوگوں کی ایک کھیپ تیار کی، جو انگریز سے مرعوب ہو کر ان کے طرف دار رہے اور اسلام کو توڑ مروڑ کر برطانیہ کے قبضے کو جواز فراہم کرتے رہے۔ اور انگریزوں کی حکومت مضبوط کرنے کے لیے ان کے دست و بازو بنے رہے۔

انگریز جب برصغیر میں آیا تو اس نے یہاں اپنے قدم جمانے کے لیے مختلف ریاستوں کے نوابوں، راجوں اور مہاراجوں کو خریدنا شروع کر دیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے طاقت کے ایوانوں میں موجود لوگوں کو خریدنے کے لیے 90000 پاؤنڈ سٹرلنگ سالانہ سیاسی رشوت کے طور پر خرچ کیے۔ برصغیر میں کل ریاستوں کی تعداد 635 تھی۔ بیشتر راجے مہاراجے انگریز کے ساتھ مل گئے۔ ان کے ذریعے انگریز نے جاگیرداری نظام قائم کیا۔ جن راجوں نے انکار کیا ان کے درباریوں کو خریدا اور ان کے ذریعے سازشیں کر کے انھیں کمزور کیا اور فوج کے ذریعے ان کو فتح کیا گیا بقیہ ملک جہاں مغلوں کی براہ راست عمل داری تھی وہاں بھی یہی طریقہ اپنایا گیا۔ ریاستوں میں انگریز سرکار سے وفاداری اور مسلمانوں سے غداری کے مرتکب درباریوں کے نام کچھ بھی ہوں مگر وہ میر جعفر اور میر صادق کے قبیلے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ملکی سطح پر جن لوگوں نے کھل کر انگریز سے وفاداری اور مسلمانوں سے غداری کی، ان میں سر سید احمد خان سر فہرست ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج ایسی شخصیات کو ہمارے نصابِ تعلیم میں ہیرو اور مسلمانوں کا نجات دہندہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ جہاں انگریز کو برصغیر پر غالب رہنے اور مسلمانوں پر کامیاب حکومت کرنے کے گُر بتاتے رہے وہاں مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرتے رہے کے انگریز کے وفادار رہیں۔ انگریز کو ایسے لوگ درکار تھے جو لوگوں میں عمومی طور پر عزت دار اور مقبول ہوں اور لوگ ان پر اعتماد کرتے ہوں۔

برطانیہ بخوبی واقف تھا کہ جب تک وہ یہاں کے عوام کو تقسیم نہیں کرے گا اس وقت تک وہ تادیر قابض نہیں رہ سکے گا۔ اور یہاں کی دولت جس کو لوٹنے کے ارادے سے وہ یہاں آیا تھا اس کے لوٹنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ ہندو برصغیر میں اسلام کی حکمرانی کے تحت ایک ہزار سال تک مسلمانوں کے ساتھ امن و تحفظ کی زندگی بسر کرتے رہے تھے۔ انگریزوں نے سب سے پہلے ان کو تقسیم کیا۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز نے ہندوؤں کو نوازنے کا سلسلہ شروع کیا اور مختلف حیلوں بہانوں سے انہیں مسلمانوں سے دور کیا اور ایسی فضاء پیدا کر دی کہ ہندو مسلمانوں کو اپنا دشمن تصور کرنے لگیں۔ ان اسالیب میں سے ایک ہندوستان میں فورٹ ولیم کالج کا قیام تھا جسے انگریز حکومت نے برطانیہ سے آنے والے نوجوان انگریز افسروں کو ٹریننگ دینے کے لئے قائم کیا تھا۔ ان افسران کو اردو سکھانے کا انتظام بھی اسی کالج میں کیا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے بانی گورنر جنرل ولزلی نے اس کے قیام کی اصل تاریخ جو کہ 10 جولائی 1800ء ہے، کو تبدیل کر کے 4 مئی 1800ء کر دیا۔ یہ تبدیلی اس لیے کی گئی کہ یہ ریاست میسور کے نواب حیدر سلطان اور ٹیپو سلطان پر انگریز کی فتح کی سالگرہ کا دن تھا۔ اس کالج میں ہندو اور مسلم ادیب بھرتی کیے گئے۔ یورپی اور انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں کی کتابوں کا اردو ترجمہ کرایا گیا۔ یہ دور مسلمانوں کے انحطاط اور زوال کے عروج کا دور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں لکھی گئی نثر مسلمانوں کی غلامانہ ذہنیت کی عکاس ہے۔ انگریز نے اس دور کے نثر نگاروں کو نوازا جو اردو نثر کے ذریعے انگریزوں کے مقاصد پورا کرتے تھے۔ مولوی نذیر احمد نے اردو کا پہلا ناول "مرآۃ العروس" لکھا جس میں ملکہ وکٹوریہ کی خوب تعریفیں تھیں۔ انگریز نے اس ناول کے لکھنے پر مولوی صاحب کو سونے کی ایک گھڑی اور ایک خطیر رقم انعام میں دی۔

فورٹ ولیم کالج ہی وہ جگہ ہے جہاں سے انگریز نے اردو ہندی تنازع کا آغاز کیا۔ انگریز ہندوؤں کو باور کرانے میں کامیاب رہے کہ مسلمان اُنکے کبھی خیر خواہ نہیں رہے اور اب یہ زبان کے ذریعے تمہیں مغلوب کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہندوستان میں اس سے قبل جو زبان بولی جا رہی تھی اُسکا نام ہندی یا ہندوستانی زبان تھا۔ یہ

وہی زبان ہے جو اس سے پہلے لشکری، ہندوی، ریختہ اور اردوئے معلی کہلائی جاتی تھی۔ نام بدلتے رہے مگر اس زبان کا رسم الخط ہمیشہ عربی رسم الخط ہی رہا۔ ہندؤں نے انگریزوں کے اکسانے پر اس زبان کو ہندی اور اردو دو مختلف زبانوں میں بانٹ دیا اور ہندی کو دیوناگری رسم الخط میں لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ فورٹ ولیم کالج نے اس تنازعہ کا نہ صرف آغاز کیا بلکہ اس کو خوب ہوا بھی دی۔ اس جھگڑے پر خود سر سید نے لکھا پڑھی شروع کر دی۔ نواب محسن الملک نے خوب گرم جوش تقریریں کیں، اس وجہ سے ہندو مسلم تفریق کو تقویت ملی اور یہ تفریق اس وقت انگریزوں کی سیاسی ضرورت تھی۔ اس تنازع میں ہند و مسلم فسادات ہوئے۔ ان فسادات میں مرنے والے مسلمانوں کو بہت سراہا گیا۔ زبان کے نام پر مرنے والوں کو شہید کہا گیا۔ مسلمانوں کی جو توانائیاں انگریز قبضے کے خلاف بھرپور مزاحمت پر صرف ہونی چاہئے تھیں ان کا محور محض اردو زبان کا دفاع بن گیا۔

یہی مسلم رہنما مسلمانوں کو ایک طرف تو سیاست سے دور رہنے کی تلقین کرتے رہے لیکن جب انگریز نے دیکھا کہ عوام میں انگریز کی نفرت ختم نہیں ہو رہی اور بار بار بغاوتیں اٹھ رہی ہیں تو 1885ء میں ایک انگریز سر اے او ہیوم کے گھر پر کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی گئی تاکہ عوام اسی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنی بھڑاس نکال لیں لیکن اس کے تمام لیڈرز حکومت کے قبضے میں رہیں۔ پھر اسی جماعت کے ذریعے ہندو مسلم تقسیم کا ایک اور موقع انگریزوں کے ہاتھ آ گیا۔ کانگریس کے تمام بڑے عہدے ہندوؤں کو دیئے گئے اور مسلمانوں کو یہ احساس دلایا گیا کہ یہ جماعت صرف ہندوؤں کی ہے۔ خود سر سید نے مسلمانوں کو کانگریس سے دور رہنے کی تلقین کی۔ یوں بالآخر 1906ء میں مسلمانوں نے اپنی ایک الگ جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے بنائی جو مسلمانوں اور ہندوؤں کی سیاسی تقسیم کی علامت تھی۔

مذہبی تعلیم اور عام دنیاوی تعلیم علیحدہ علیحدہ کرنے کا آغاز بھی ہماری تاریخ کا ایک افسوس ناک باب ہے۔ برصغیر میں انگریز کی آمد سے قبل جو مدارس قائم تھے ان میں یہ دونوں نصاب ساتھ ساتھ پڑھائے جاتے تھے۔ بلکہ اگر اس دور کا نصاب اٹھا کر دیکھیں تو دنیاوی تعلیم کے کورسز دینی تعلیم سے کہیں زیادہ تھے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ عربی، فارسی، فلسفہ و منطق، طب، فلکیات، حساب و الجبرا و ہندسہ، جیومیٹری اور شاعری کے ساتھ ساتھ صرف و نحو کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بر صغیر میں مسلمانوں کی آمد سے قبل کسی ایسے مدرسے کا وجود نہیں ملتا جس میں یہ تمام علوم پڑھائے جاتے ہوں۔ انہی مدارس سے پڑھے ہوئے لوگ امور مملکت چلاتے تھے۔ اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہوتے تھے، مؤرخ اور ادیب بنتے تھے، انجینئر اور طبیب بنتے تھے، حکیم اور استاد کا درجہ حاصل کرتے تھے۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ خالصتاً دینی تعلیم کا مدرسہ سب سے پہلے انگریزوں نے کلکتہ میں قائم کیا اور دنیاوی تعلیم کے لئے اس کے مقابلے الگ کالج بنایا۔ دنیاوی مدرسے سے پڑھنے والوں کو سرکاری عہدے ملنے شروع ہوئے اور دینی مدرسے والے مسجد کی چار دیواری تک محدود ہو گئے۔

یوں دین اور دنیا کے نام پر مسلمان تقسیم ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسالک اور مذہبی گروہوں کو ایک دوسرے کے آمنے سامنے کر دیا گیا۔ کچھ نا سمجھ علماء نے ایک دوسرے کے مسلک کے خلاف کتابیں لکھیں جن کو انگریز نے ان چھاپہ خانوں سے چھپوایا جو فورٹ ولیم کالج کے زمانے میں برصغیر میں لگائے گئے تھے۔

علماء نے مسلکی بنیادوں پر مناظرے اور مباحث شروع کیئے۔ اسلام میں اختلاف رائے کو کفر کے فتوؤں کی بنیاد بنایا۔ انگریزوں نے ہی مرزا غلام احمد قادیانی جیسے ملعون کا فتنہ کھڑا کیا۔ یوں مسلمان غیر اہم مسائل Non-issues میں الجھتے گئے اور اصل بات اور راستے سے دور ہوتے گئے، یعنی انگریز کو برصغیر سے نکال کر اسلام کی حکمرانی کو قائم کرنا۔

سر سید نے 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریز سے وفاداری کا بہترین ثبوت دیا اور بجنور میں بیس یورپین اور یوریشن لوگوں کو مسلمانوں سے بچایا۔ سر سید باقاعدہ اسلحہ لگا کر پوری پوری رات ان کے گھر کے باہر پہرہ دیتے۔ یاد رہے کہ بجنور میں سر سید دلیری اور جاں بازی کے ساتھ جن لوگوں کی حفاظت کرتے رہے وہ عام انگریز نہیں تھے بلکہ وہاں کے حکمران تھے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ اگر آج کوئی شخص افغانستان میں قابض امریکی فوج کے عہدیداروں کے دفاع اور تحفظ کا کام سرانجام دے۔ اگر سر سید ان مسلمانوں کی جان بچاتے جو انگریزوں کی گولیوں کا نشانہ بن رہے تھے تو یقیناً وہ مسلمانوں کے ہیرو کہلانے کے حق دار ہوتے۔ بہر حال اس کمال وفاداری کے بدلے میں انگریز نے جنگ کے بعد سر سید کو ایک ہزار روپے کی خلعت عطا کی اور دو سو روپے ماہوار کی پولیٹیکل پینشن دو نسلوں تک مقرر کی!

سر سید نے 1857ء میں علی گڑھ میں ایم۔ اے۔ او سکول کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ مسلمانوں کو یہ باور کرایا گیا کہ چونکہ وہ تعلیم اور سائنس میں پیچھے رہ گئے ہیں اس لئے آج اس ذلت اور رسوائی کی حالت کو پہنچے ہیں۔ چنانچہ ان کو پہلے سائنس کے میدان میں خود کو منوانا ہو گا۔ علی گڑھ میں سائنس اور انگریزی پر خصوصی توجہ دی جانے لگی۔ دو سال کے بعد یہ سکول

حکومت کی اجازت سے 1877ء میں کالج کا درجہ اختیار کر گیا۔ اور اس کا افتتاح بھی 18 جنوری 1877ء میں قابض انگریز حاکم لارڈ لٹن سے کرایا گیا تھا۔ علی گڑھ ادارے کو قائم کرنے کے لئے نہ صرف سرکار کی طرف سے خطیر رقم چندے کے طور پر دی گئی بلکہ وہاں پڑھانے کے لئے انگریز اساتذہ کی خدمات بھی لی جاتی رہیں۔ سائنٹیفک سوسائٹی کے تحت یورپ میں چھپنے والے مضامین کو اردو ترجمہ کرا کے چھپوایا جاتا جس میں ایسا مواد ہوتا جو اسلام کے افکار اور مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت پر ضرب لگاتا تھا۔ کتابوں کے ترجمے اردو میں کرائے جاتے۔ انگریز یہ چاہتا تھا کہ جو لوگ انگریزی نہیں جانتے وہ اردو کے ذریعے انگریزی افکار اور تصورات تک رسائی حاصل کریں اور انگریز کی ترقی سے مرعوب ہوں۔ انگریز کے نزدیک انگریزی سے زیادہ ضروری انگریزیت اور اپنی مغربی ثقافت اور طرز حیات کا پرچار تھا جو وہ اردو اور انگریزی دونوں کے ذریعے کر رہا تھا۔

انگریز بخوبی واقف تھا کہ جب تک مسلمان اپنی فکر اور عقیدے اور اسلامی طرز حیات اور قرآن سے کٹ نہیں جاتے اس وقت تک یہ دل سے ان کی حکومت کو تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ اب اسلام کی ایسی تشریح کی ضرورت تھی کہ جو انگریز کے مفاد میں ہو۔ سر سید نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور انگریزی راج سے وفاداری کی خاطر اسلام اور قرآن و سنت کو بھی تختۂ مشق بنانے سے گریز نہیں کیا۔ انھوں نے اسلام کو عقل اور سائنس کے اصولوں پر پرکھنا شروع کر دیا۔ سر سید کے بقول قرآن خالق کا قول ہے اور یہ کائنات اس کا فعل ہے۔ چنانچہ خالق کو یہ زیبا نہیں ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد ہو۔ ان کے نزدیک کائنات اور اس کے مظاہر ہمارے سامنے ہیں جن کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے یہ ایک اٹل حقیقت ہیں۔ انہوں نے اس وقت کے سائنسی اصولوں کو بنیاد مانا (جو کہ خود انسان نے اپنی محدود عقل سے اخذ کیے تھے) اور اس کے مطابق قرآن کی تفسیر شروع کر دی۔ قرآن کی جو بات اس وقت کی سائنسی ترقی اور عقلی سطح کی بنیاد پر درست ٹھہرتی اس کو مان لیتے ورنہ وہ ان آیات کی من مانی تفسیر کر کے قرآن کو ان سائنسی آرا کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ ان کی عقل میں یہ بات نہ آسکی کہ کائنات کے جن اصولوں کو وہ بنیاد مان کر قرآن پرکھ رہے ہیں یا اس کی تفسیر کر رہے ہیں وہ انسانی عقل نے سائنس کی بنیاد پر اخذ کئے ہیں اور سائنس کے نظریات اور قوانین نئی نئی تحقیقات کی وجہ سے بدلتے رہتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

سر سید کے نزدیک فرشتے کسی خاص مخلوق کا نام نہیں بلکہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی قوتیں ہیں جو اس کائنات کا نظام چلانے کے لئے ہیں۔ اسی طرح جنات چونکہ کسی سائنسی تجربہ گاہ میں ثابت نہیں ہوتے اس لئے وہ بھی مخلوق نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک جنت اور جہنم کا جو تصور مسلمانوں میں پایا جاتا ہے وہ غلط ہے بلکہ اسی دنیا میں سکون اور نعمتوں سے معمور زندگی جنت جبکہ مصیبتوں اور تکالیف سے بھرپور زندگی جہنم ہے۔ انبیاء اور رسل کے معجزات کا سر سید نے اپنی کتاب "تفسیر القرآن" اور "خطبات احمدیہ" میں ببانگ دہل انکار کیا ہے۔ وہ معجزات سے متعلق آیات کی تفسیر نہایت بھونڈے انداز میں کرتے ہیں۔ مثلاً ان کے بقول حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مار کر پتھر سے بارہ چشمے جاری کرنے کا معجزہ مفسرین کی قرآن فہمی میں کجی اور غلط تفسیر کرنے کا نتیجہ ہے۔ اپنی کتاب تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں کہ قرآن میں **فقلنا اضرب بعصاک الحجر** کا مطلب سمجھنے میں علماء اسلام اور علمائے لغت سے سخت غلطی ہوئی ہے۔ اس آیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ "پس ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو"۔ فرماتے ہیں کہ **اضرب** کا مطلب ہے "چلو" **بعصاک** کا مطلب ہے "چھڑی کے ذریعے سے" اور **الحجر** کا مطلب ہے "پہاڑ"۔ یوں ترجمہ یہ بنا کر "اپنی چھڑی کے ذریعے پہاڑ پر چلو" گویا کہ اس میں معجزے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا کے سہارے پہاڑ پر چلے اور ایک جگہ پر انھوں نے بارہ چشمے دیکھ لیے۔ اپنے مطلوبہ معنیٰ اخذ کرنے کے لئے سر سید نے عربی قواعد ہی بدل ڈالے۔ عربی میں اگر اضرب ہو تو اس کا مطلب "چلو" ہو گا لیکن اگر صلہ **ب** ہو یعنی فعل کے بعد **ب** ہو تو اس کا مطلب "اس سے مارو" ہو گا۔ چنانچہ **اضرب بعصاک** کا ترجمہ "اپنی چھڑی سے مارو" ہو گا نہ کہ "اپنی چھڑی سے چلو"۔ دوسرے سے یہ کہ **الحجر** کا مطلب "پتھر" ہوتا ہے اور سر سید نے اس کا مطلب "پہاڑ" کیسے لے لیا اس کی وضاحت وہ خود بھی نہ کر سکے۔ اس طرح انہوں نے واقعہ معراج کا بھی انکار کیا۔ چونکہ سر سید حدیث کو معتبر نہیں مانتے تھے اس لئے اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لئے صرف اور صرف قرآن کا سہارا لیتے تھے۔ سر سید اجتہاد کو اصلاح مذہب کا متبادل و مترادف گردانتے تھے۔ اجتہاد سے ان کی مراد دینی اصطلاح نہیں بلکہ الحاد تھا۔ یعنی مغرب کے راستے میں دین کا جو حکم رکاوٹ بنے اس کی تاویل کر کے بدل دیا جائے یا اسے دین سے خارج کر دیا جائے۔ چونکہ فرشتوں کے وجود کے منکر تھے اس لئے قرآن کو رسول اللہ ﷺ کا کلام مانتے تھے۔

1857ء کی جنگ آزادی مسلمانوں نے جذبہ جہاد اور کافر انگریز سے نفرت کی بناء پر لڑی، جیسا کہ آج

افغانستان کے مسلمان قابض امریکی فوج کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ لیکن سر سید نے اس جنگ کو "غدر" اور "بغاوت" کا نام دیا۔ گویا یہ آزادی کی جنگ نہیں بلکہ حکومت سے غداری اور بغاوت تھی۔ اپنے رسالے "اسباب بغاوت ہند" کے نام سے ہی انھوں نے ظاہر کیا کہ یہ ایک بغاوت تھی جس کے اس خطے کے مسلمان مرتکب ہوئے۔ اس رسالے میں انھوں نے انگریزوں کو یہ بتایا کہ مسلمان پوری طرح آپ کے خیر خواہ ہیں مگر اس بغاوت کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ملک کی سیاسی کونسلوں میں مسلمانوں کو نمائندگی نہیں دی اس لئے وہ آپ سے بدظن ہو گئے ہیں۔ گویا سر سید نے انگریزوں کو مسلمانوں پر کامیاب حکومت کرنے کا طریقہ بتایا۔ بعد میں انگریز نے سر سید کو سیاسی کونسل ممبر بھی بنادیا۔

سر سید نے "لائل محمڈنز آف انڈیا" کے نام سے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا۔ اس کے تین شمارے جو 1860ء سے 1861ء کے دوران چھپے جو سر سید کی انگریزوں سے وفاداری کا کھلا ثبوت ہیں۔ اس رسالے میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "جن مسلمانوں نے سرکار کی نمک حرامی اور بدخواہی کی، میں ان کا طرفدار نہیں ہوں، میں ان سے بہت ناراض ہوں اور ان کو حد سے زیادہ بُرا جانتا ہوں کیونکہ یہ ہنگامہ ایسا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کے بموجب عیسائیوں کے ساتھ رہنا چاہئے تھا جو اہل کتاب اور ہمارے مذہبی بھائی ہیں، نبیوں پر ایمان لائے ہیں، خدا کے دیے ہوئے احکام اور خدا کی دی ہوئی کتاب اپنے پاس رکھتے ہیں، جس کی تصدیق کرنا اور جس پر ایمان لانا ہمارا عین ایمان ہیں۔ پس اس ہنگامے میں جہاں عیسائیوں کا خون گرتا وہیں مسلمانوں کا بھی خون گرنا چاہیے تھا۔ پھر جس نے ایسا نہیں کیا اس نے علاوہ نمک حرامی اور گورنمنٹ کی ناشکری کے، جو کسی حال میں رعیت کو جائز نہ تھی اور اپنے مذہب کے بھی برخلاف کیا۔ اس لئے بلاشبہ وہ اس لائق ہیں کہ زیادہ ان سے ناراض ہوا جائے"۔

سر سید انگریز حکومت کے لئے رائے عامہ ہموار کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد ملکہ وکٹوریہ نے معافی نامے کا ایک اشتہار جاری کیا جس میں مسلمانوں کے قتلِ عام پر معذرت کی گئی تھی۔ سر سید نے مراد آباد کے مسلمانوں کو اس کی اطلاع دی اور کہا کہ ملکہ معظمہ کی اس عنایت و مہربانی کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ چنانچہ ایک مشہور درگاہ شاہ بلاقی اس کے کام کے لئے تجویز کی گئی۔ 28 جولائی 1859ء کو 15 ہزار لوگوں کو جمع کیا گیا۔ زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہو جائیں اس مقصد کے لئے وہاں کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ نماز عصر کے بعد سر سید نے اجتماعی دعا کی جس کے متن کا کچھ حصہ ذیل میں ہے۔ فرماتے ہیں "الٰہی تیرا ایک بہت بڑا احسان اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اپنے بندوں کو منصف اور عادل حاکموں کے سپرد کرے۔ سو برس تک تو نے اپنے ان بندوں کو جن کو تو نے خطہ ہندوستان میں جگہ دی ہے اس طرح عادل اور منصف حاکموں کے ہاتھ میں ڈالا۔ پچھلے کم بخت برسوں میں جب بسبب نہ ہونے ان حاکموں کے، ہماری شامت اعمال ہمارے پیش آئی، اب تُو نے اس کا عوض کیا اور پھر وہی عادل اور منصف حاکم ہم پر مسلط کیے۔ تیرے اس احسان کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہیں تو اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول کر۔ آمین۔ اہل ہند جو اس اتفاقیہ آفت میں گرفتار ہو گئے تھے ان پر رحم کرنا تُو نے ہی ہمارے حکام کے دل میں ڈالا، تیرے ہی القا سے کوئین وکٹوریہ دام ظلھا نے پُر رحم اشتہار معافی جاری کیا۔ ہم دل سے شکر ادا کرتے ہیں اور اپنی جان سے ملکہ کو دعا دیتے ہیں، الٰہی تو ہماری اس دعا کو قبول کر آمین! الٰہی ہماری ملکہ وکٹوریہ ہو اور جہاں ہو"۔ قارئین اس دعا کے ایک ایک لفظ سے مکاری، غداری، فریب اور دھوکا دہی جو سر سید مسلمانوں سے کر رہے تھے، ٹپک رہی ہے۔ اور ہر ہر لفظ انگریز کی وفاداری کی قسم کھا رہا ہے۔ اور ستم ظریفی یہ ہے کہ ایسی شخصیت کو آج ہمارے لیے رول ماڈل بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

یہ امر اب مسلمانوں پر واضح ہو چکا ہے کہ ان کے زوال کا سبب ان کی اسلام کے فہم میں کمزوری اور اسلام کا غلط نفاذ تھا۔ لیکن سر سید نے مسلمانوں کو زوال سے نکلنے کے لیے غلط حل تجویز کیا۔ ان کی دانست میں کامل دینِ اسلام سے پھوٹنے والے نظام ہائے حیات کو اختیار کیے بغیر، سائنس، ایجادات اور زندگی کے متعلق افکار میں محض مغرب کی تقلید کر کے ہی مسلمان ترقی کر سکتے ہیں اور یہ انگریزوں کے تسلط اور قبضے کے تحت بھی ممکن ہے۔ اسلام کو بطور آئیڈیالوجی اختیار نہ کرنے کی وجہ سے ہی آج ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں بھی مغرب سے پیچھے ہیں۔ چنانچہ اگر ہمیں ایک ترقی یافتہ امت بننا ہے تو ہمیں سب سے پہلے اسلامی عقیدہ کو نظام ہائے حیات کے لیے بنیاد کے طور پر اختیار کرنا ہو گا۔ نہ کہ ہم اندھادھند مغرب کی تقلید میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے پیچھے بھاگنے لگ جائیں۔ اگر سائنس اور ٹیکنالوجی میں کسی قوم کی نقالی کر لینا ہی کسی قوم کو ترقی یافتہ اور مہذب بناتا ہے اور اگر قرآن اور اسلام نے تجربیت، سائنسی ترقی کو اقوام کے عروج اور ترقی کی اساس بنایا ہے، جیسا کہ سر سید گمان کرتے تھے، تو پھر خود رسول اکرم ﷺ نے سائنسی تجربیت اور عقلیت کے ذریعے انقلاب برپا کیوں نہ کیا؟ خلافت راشدہ ان ایجادات اور دریافتوں سے خالی رہ کر بھی اسلام کا زریں دور کیسے کہلایا؟ اگر سائنس روشن فکری اور تہذیب کی اساس ہے تو انبیاء کم از کم سائنس دان تو ہوتے اور انسانیت کے لیے کچھ ایجادات تو کرتے۔ اگرچہ یہ بات

صحیح ہے کہ اسلام جو عقیدہ اور فکر مسلمانوں کو دیتا ہے، سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کا حصول اس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جس اسلامی معاشرے کی بنیاد مدینہ کی ریاست میں رکھی تھی وہ معاشرہ بہت جلد ایک ترقی یافتہ معاشرہ بن گیا۔ آنے والے زمانے میں اس کے پاس جنگی سازوسامان، بحری بیڑے، توپ، علوم وفنون کے ذخائر جیسے کہ طب، فلسفہ، سائنس جس میں کیمیا، ریاضی، الجبرا، ہندسہ، ہیئت، حیاتیات، سرجری، میڈیسن اور وہ سب کچھ جو مغرب نے کبھی خواب میں بھی سوچا نہ تھا موجود تھا۔ لیکن یہ سب اسلامی عقیدے سے پھوٹنے والی فکر کا نتیجہ تھا جس پر اسلامی معاشرہ قائم تھا نہ کہ از خود یہ سب ترقی کی بنیاد تھا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ معاشرے میں تبدیلی کا سبب فکر کی تبدیلی ہے اور ترقی اس کا نتیجہ ہے اور نتائج کبھی اسباب نہیں ہوا کرتے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: **ان الله لا يغير مابقوم حتى يغيروا ما بانفسهم** "بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اس وقت تک حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اس کو نہ بدلیں جو ان کے نفوس میں ہے" (الرعد:11)۔

اور جہاں تک مسلمانوں کی حقیقت کا تعلق ہے تو ایسا نہیں تھا کہ اس وقت مسلمان علوم وفنون سے عاری اور جاہل، ان پڑھ، نکمے اور بد تہذیب تھے، جیسا کہ کچھ لوگوں میں یہ تاثر آج بھی پایا جاتا ہے۔ ہمیں آج تک یہ پڑھایا گیا کہ ہمارے مسلم حکمران سوائے عیاشی کے اور کچھ نہیں کرتے تھے جبکہ انگریز کی آمد سے قبل برصغیر کو سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا۔ خوش حالی کا عالم یہ تھا کہ ایک شخص عبدالغفور کے اثاثے ایسٹ انڈیا کمپنی سے زیادہ تھے۔ بنگال کی جگت ہت سیٹھ فیملی کے پاس بینک آف انگلینڈ سے زیادہ سرمایہ تھا۔ 1775ء میں جنگ پلاسی کی لوٹ مار سے جو سرمایہ حاصل ہوا وہ پورے یورپ کے جی۔ ڈی۔ پی سے زیادہ تھا۔ کیپٹن الیگزینڈر ہمیلٹن کے مطابق صرف دلی شہر میں دس ہزار سکول و کالج موجود تھے اور پورے شہر میں ستر ہسپتال تھے۔ بنگال میں اسی ہزار سکول اور کالج تھے جن میں سے کسی میں بھی چار سو سے کم طالبعلم نہ تھے۔ کیپٹن الیگزینڈر اپنی کتاب 'A Case For India' میں لکھتا ہے کہ مغلوں کے زمانے میں ایک لاکھ پچیس ہزار اداروں میں طب کا علم پڑھایا جاتا تھا۔ ابن بطوطہ کا سفر نامہ دیکھیں تو وہ لکھتا ہے کہ بمبئی کے قریب ایک جگہ ہواز ہے جہاں دو اسکول مردوں اور تیرہ سکول عورتوں کے تھے اور پورے علاقے میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا خواہ وہ مرد ہو یا عورت جسے قرآن حفظ نہ ہو اور وہ اس کا ترجمہ نہ جانتا ہو۔ دنیا کی سب سے بڑی سٹیل انڈسٹری برصغیر میں تھی اور یہ برتری 1880ء تک برقرار رہی۔ یہی حال جہاز رانی کے شعبے کا تھا۔ دنیا میں سب سے زیادہ جہاز یہاں بنتے تھے۔ برصغیر کی درآمدات کبھی بھی برآمدات سے زیادہ نہ تھیں۔ ٹھٹھہ کے علاقے میں چار سو اعلیٰ تعلیمی ادارے تھے۔ لارڈ میکالے کی 1835ء کی تقریر کا وہ فقرہ جو اس نے برطانوی پالیمنٹ میں کی تھی اس بات کی تصدیق کے لیے کافی تھا کہ یہ خوشحالی صرف چند لوگوں تک محدود نہ تھی بلکہ عوام عمومی طور پر خوشحال تھے۔ لارڈ میکالے کہتا ہے کہ میں نے ہندوستان کے طول و عرض میں سفر کیا لیکن مجھے کسی طرف کوئی فقیر نظر آیا نہ چور دکھائی دیا۔ 1911ء کی مردم شماری جس کی رپورٹ مقبرہ انارکلی میں پڑی ہے جو انگریزوں نے کرائی تھی، اس کے مطابق یہاں کی شرح خواندگی 90 فیصد سے زیادہ تھی اور 1941ء میں کروائی جانے والی مردم شماری میں شرح خواندگی 10 فیصد سے بھی کم ہو چکی تھی۔ آج اگر امریکہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر، وائٹ ہاؤس، کھلی کھلی سڑکیں، سو سو منزلہ عمارتیں بنائے تو یہ معاشی اور سائنسی ترقی ہے اور اگر ہمارے حکمرانوں نے شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد، شالامار باغ بنائے تو یہ عیش وعشرت قرار پایا۔ جبکہ یہ بڑی بڑی عمارتیں بنانے والے انجنیر انہی مدرسوں کے فارغ التحصیل تھے جہاں دنیا جہان کے علوم و فنون پڑھائے جاتے تھے۔ اور یہ عمارات ریاست کی خوشحالی اور دولت کی فراوانی کی واضح دلیل ہیں۔ لیکن سر سید کہ جس کی آنکھوں پر انگریزوں کی مرعوبیت کی پٹی بندھی ہوئی تھی، کی نظر سے یہ تمام حقائق اوجھل تھے۔ اگرچہ سر سید کا دور آج کی نسبت مسلمانوں کے اس شاندار ماضی کے بہت نزدیک تھا۔

یہ ہیں وہ لوگ جو رہنمائی کے نام پر اس امت کے ساتھ رہزنی کرتے رہے۔ جو اخلاص کا دعویٰ مسلمانوں سے کرتے رہے مگر وفاداری کا دم کفار سے بھرتے رہے۔ آج معاشرے کے ایک طبقے میں کفار سے مرعوبیت اور اپنی روشن تاریخ سے عدم آگاہی کی اہم وجہ یہ ہے کہ ہمارے نصابِ تعلیم کو اس انداز سے ترتیب دیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے اندر غلامانہ ذہنیت کو پروان چڑھاتا ہے اور ایسی شخصیات کو ہمارے لیے ہیرو بنا کر پیش کرتا ہے جو بذاتِ خود غلامانہ ذہنیت کے حامل تھے۔ خلافت کے قیام کے بعد تاریخ میں موجود اس ملاوٹ اور علمی خیانت کو بھی صاف کیا جائیگا۔ خیانت اور دھوکے بازی کی جو گرد ان غداروں نے اڑائی تھی جو ہماری تاریخ کے چہرے پر جم چکی ہے، خلافت کے کھرے نصابِ تعلیم سے یہ سب دھل جائے گی اور مسلمانوں کی درست تاریخ نکھر کر اس امت کے سامنے آجائیگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دیدہ بینا عطا فرمائے جس سے ہم غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح دیکھ سکیں۔ آمین۔

کیا امریکہ کا زوال حقیقی ہے یا خیالی؟ (حصہ سوئم)

تحریر: عابد مصطفیٰ

تین حصوں پر مشتمل اس مضمون کے آخری حصے میں عابد مصطفیٰ اس بات پر بحث کرتے ہیں کہ آیا پچھلی ایک دہائی میں دنیا میں امریکہ کے وقار میں کمی آئی ہے یا نہیں۔ خصوصاً انہوں نے دنیا کے مسائل کے حل کرنے کے حوالے سے امریکہ کی سیاسی صلاحیت پر بحث کی ہے۔

پچھلے مضمون میں قوموں کے زوال کے اسباب کا تعین کیا گیا تھا اور ان اسباب میں سب سے اہم سوچ کی تین اقسام: سیاسی، فکری اور قانونی اور دنیا میں دوسری قوموں کے مقابلے میں کسی ایک قوم پر اس کے کیا اثرات ہوتے ہیں، پر بحث کی گئی تھی۔ یہ بات مشہور و معروف ہے کہ سب سے اہم سوچ سیاسی سوچ ہوتی ہے اور اس کے دوسری کسی بھی قسم کی سوچ پر سب سے زیادہ گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ لہٰذا، مضمون کو مختصر رکھنے کے لئے ہم صرف سیاسی سوچ کے حوالے سے امریکہ کے زوال کے متعلق بات کریں گے۔ امریکہ کے زوال پر ہر قسم کی سوچ کے حوالے سے بحث کرنا اس مضمون کی حدود سے باہر ہے۔

امریکہ کے سیاسی زوال پر بحث کرتے ہوئے اس کے اندرونی اور بیرونی معاملات کو سامنے رکھا جانا چاہیے لیکن کیونکہ اس مضمون کو ایک مخصوص حد میں رکھنا ہے اس لئے میں صرف امریکہ کے بیرونی معاملات پر توجہ مرکوز کروں گا۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ ایک نظریاتی ریاست میں اندرونی اور بیرونی معاملات ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ اگر اندرونی معاملات پر سیاسی سوچ میں زوال رونما ہو گا تو اس قوم کی بیرونی معاملات میں کارکردگی متاثر ہو گی اور بیرونی معاملات میں شدید سیاسی غلطیاں اندرونی معاملات کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر امریکی حکومت کے 2008 میں پیدا ہونے والے معاشی بحران کو روکنے میں ناکامی نے اس کے اندرونی اور بیرونی دونوں طرح کے معاملات کو متاثر کیا۔ جبکہ دوسری جانب عراق و افغانستان کی جنگوں کے نتائج نے امریکہ کو بیرونی دنیا کے معاملات میں مداخلت کے حوالے سے بہت زیادہ محتاط رویہ اپنانے پر مجبور کر دیا اور اس بنا پر امریکہ میں اس پر بہت بات کی گئی کہ بیرونی دنیا میں امریکہ کا کیا کردار ہونا چاہیے۔

28 مئی 2014 کو امریکی صدر اوبامہ نے امریکہ کی ویسٹ پوائنٹ ملٹری اکیڈمی کے گریجویٹس سے خطاب کرتے ہوئے امریکہ کو بین الاقوامی میدان میں درپیش مسائل پر ایک اہم بیان دیا۔ اس نے کہا کہ "امریکہ کو لازمی ہمیشہ دنیا کے امور پر رہنمائی فراہم کرنی ہے۔ اگر ہم نہیں کریں گے تو کوئی دوسرا نہیں کرے گا۔ یہ فوج جس میں آپ نے شمولیت اختیار کی ہے، اس عالمی قیادت کی کمر ہے اور رہے گی۔ لیکن ہر معاملے میں صرف فوجی حل یا اس کا اہم کردار ہماری قیادت کا لازمی حصہ نہیں ہو سکتا۔ محض اس وجہ سے کہ ہمارے پاس بہترین ہتھوڑا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر مسئلے کا حل کیل ہے"۔ یہ بیان اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ امریکہ نے پیچیدہ سیاسی مسائل کے حل کے لئے فوجی قوت پر بہت زیادہ انحصار کیا ہے اور اس کے نتیجے میں دنیا میں امریکہ کے سیاسی اثرو رسوخ میں کمی واقع ہوئی ہے۔ سیاسی اثرو رسوخ ضروری ہے، محض اس لئے نہیں کہ سیاسی حل پیش کیے جا سکیں بلکہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کو نافذ بھی کیا جا سکے۔ اوبامہ کا اپنی تقریر میں فوجی قوت کو "اہم حصہ" قرار دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ کئی سالوں بعد پہلی دفعہ بین الاقوامی مسائل کے حل کے لئے امریکہ کو اپنے سیاسی اثرورسوخ کو استعمال کرنے میں شدید مشکلات درپیش ہیں۔ اس لحاظ سے بین الاقوامی امور میں سیاسی حل پیش کرنے کے لئے سیاسی اثرورسوخ کا ہونا کسی ملک کی سیاسی سوچ کے عروج و زوال کو جاننے سے متعلق ایک حقیقی پیمانہ ہے۔

امریکہ کے سیاسی اثرورسوخ سے مراد یہ ہے کہ امریکہ دوسری اقوام کے رویے کو اس طرح سے بدل سکے کہ وہ امریکہ کی جانب سے پیش کیے گئے سیاسی حل کو قبول اور نافذ کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس بات کا عملی مظاہرہ یہ ہو گا کہ سیاسی اثرورسوخ کی بنا پر امریکہ کے پاس یہ صلاحیت ہو کہ وہ کسی بھی ملک کو اپنے قابو میں رکھ سکے یعنی اس کے حکمران، حکومت، سیاسی میدان، ریاستی ادارے (جیسا کہ عدلیہ، بیوروکریسی وغیرہ) اور فوج۔ اور اس صلاحیت کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس ملک کے لوگ امریکہ کی جانب سے دیے گئے سیاسی حل کی مخالفت نہ کریں یا نہ کر سکیں۔

کسی ملک پر جس قدر زیادہ سیاسی اثرورسوخ ہو گا تو اسی قدر کم فوجی قوت کے استعمال کی ضرورت پیش آئے گی۔ اسی طرح اس بات کا الٹ بھی بالکل صحیح ہے یعنی جس قدر سیاسی اثرورسوخ کم ہو گا اسی قدر فوجی قوت کے استعمال کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہاں پر فوجی قوت سے مراد سیاسی حل کو قبول کرنے یا نافذ کرنے کے حوالے سے رکاوٹوں کو عملی طور پر ہٹانا ہے۔

اس بات کی وضاحت کرنے کے لئے کہ کس طرح امریکہ کا بین الاقوامی سطح پر سیاسی اثرورسوخ کم ہوا ہے درج ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ہم سب کو یاد ہے کہ کس طرح بش جونیئر ابراہم لنکن پر "مشن مکمل ہوا" کے بینر تلے تکبر کے ساتھ کھڑے ہو کر عراق کی فتح کی تقریر کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ "اس جنگ میں ہم نے آزادی اور دنیا کے امن کے لئے لڑائی کی۔ ہماری قوم اور ہمارے اتحادی اس مقصد کے حصول پر فخر کرتے ہیں..... عراق کی جنگ میں امریکہ اور اس کے اتحادی فاتح رہے"۔ اس فتح مندی کی تقریر میں اس گوریلہ جنگ کی حقیقت کو چھپایا گیا تھا جس نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ امریکہ نے جلد ہی یہ جان لیا تھا کہ وہ عراق کی دلدل میں پھنس گیا ہے اور وہ اس دلدل سے نکلنے میں شدید دشواریوں کا سامنا کر رہا ہے۔ یہ دلدل اس قدر مشکل تھی کہ جنگ کے اغراض و مقاصد: عراق میں جمہوریت کو پروان چڑھانا، تیل کی قیمتوں کو انتہائی کم کرنا اور فوجی اڈوں کا قیام تا کہ ہمسائیہ ممالک میں حکومتیں تبدیل کی جاسکیں، جلد بھلا دیے گئے۔ اس کی جگہ امریکہ ایک گوریلہ جنگ میں پھنس گیا اور عراق کے بنیادی مسائل، تحفظ کی فراہمی اور ایک کام کرنے والی حکومت کے قیام کو حل کرنا اس کے لئے مشکل ہو گیا۔

اور پھر جب معاملات کسی حد تک قابو میں آئے اور امریکہ اس قابل ہوا کہ اپنی مرضی کا آدمی چُن سکے جو عراق کی کمزور حکومت، کمزور اداروں اور کمزور فوج کو چلا سکے تو امریکہ عراق سے نکل گیا اور پیچھے عدم استحکام اور بدامنی کا آفریت چھوڑ گیا۔ باوجود اس کے کہ عراق کے تمام ریاستی ادارے امریکہ کے کنٹرول میں تھے، امریکہ کے پاس عراق کے سب سے بڑے مسئلے یعنی عدم استحکام کے حل کے لئے سیاسی اثرورسوخ انتہائی کم تھا۔ عراق اس بات کی بڑی واضح مثال ہے کہ جہاں امریکہ نے بھرپور فوجی قوت استعمال کی لیکن وہ سیاسی طور پر ناکام رہا۔ آج عراق کے صورتحال بد سے بدتر ہو چکی ہے اور ملک کسی بھی وقت ٹوٹ سکتا ہے۔ ایک بار پھر امریکہ عراق کو ٹکڑے کرنے کے لئے خفیہ فوجی ذرائع استعمال کر رہا ہے اور اس بات کی امید کر رہا ہے کہ اس طرح وہ عراق کے مختلف حصوں میں استحکام قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اسی طرح افغانستان میں امریکہ کی کارکردگی عراق سے بھی زیادہ خراب ہے۔ فوجی لحاظ سے امریکہ طالبان کو شکست دینے میں ناکام رہا ہے۔ لیکن سیاسی محاذ پر امریکہ کی ناکامی، فوجی ناکامی سے بھی بڑھ کر ہے۔ 2001 میں ہونے والی بون کانفرنس کے وقت سے ہی امریکہ افغانستان میں ایک ایسی کامیاب حکومت قائم کرنے میں ناکام رہا ہے جس کی عملداری کابل تک ہی محدود نہ ہو۔ امریکی سیکریٹری خارجہ کی جانب سے عبداللہ اور غنی کے درمیان اختلافات کو ختم کرانے کے لئے جو معاہدہ کرایا گیا ہے وہ اس سلسلے کی ہی ایک مثال ہے۔ اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ پہلے بھی امریکہ کو اپنی حکمت عملی تبدیل کرنا پڑی اور انخلاء کو کئی بار مؤخر کرنا پڑا۔ اور بالآخر مئی 2012 میں شکاگو میں ہونے والی نیٹو کانفرنس کے دوران امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اپنی شکست تسلیم کرلی۔ اس کانفرنس کے بعد جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا اس میں تمام اتحادیوں کی جانب سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ افغانستان میں شروع کی جانے والی اس مہم جوئی کو اب ختم کیا جائے۔ اس اعلامیہ میں کہا گیا کہ "دس سال کی جنگ کے بعد اور جبکہ عالمی معیشت مشکلات کا شکار ہے، مغرب کی اقوام ایک ایسی جگہ پر اپنی توانائیاں نہ تو پیسے کی صورت میں خرچ کرنا چاہتی ہیں اور نہ ہی جانوں کی صورت میں جہاں صدیوں سے غیر ملکی کوششوں کی مزاحمت کی گئی ہے"۔

امریکہ کی سیاسی ناکامی صرف مشرق وسطی اور یوریشیا تک ہی محدود نہیں ہے۔ افریقہ میں امریکہ کی سیاسی اثرورسوخ کو بڑھانے کی کوشش بھی بری طرح سے ناکام رہی ہے۔ جولائی 2011 میں جنوبی سوڈان نے امریکی نگرانی میں ہونے والے استصواب رائے میں بڑی تعداد میں سوڈان سے علیحدگی کے حق میں رائے کا اظہار کیا۔ نیا ملک امریکہ نے سوڈان میں سے نکال کر بنایا تا کہ جنوب میں موجود تیل کے ذخائر پر کنٹرول حاصل کر سکے اور چین کے اثرورسوخ کو محدود کر سکے۔ دو سال بعد اس نئے ملک میں مکمل خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جنوبی سوڈان کے اس انجام نے اس نئے ملک سے متعلق امریکہ کی جانب سے دِکھائی جانے والی امید پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ نیویارک ٹائمز نے اس حوالے سے لکھا کہ "جنوبی سوڈان کئی حوالوں سے امریکہ کی تخلیق ہے۔ اس کے کمزور اداروں کو امریکہ نے اربوں ڈالر دے کر کھڑا کیا ہے۔ لیکن ایک زبردست اور خوفناک تنازعہ نے اوبامہ انتظامیہ کو افریقہ میں ہونے والی اس امریکی کامیابی کو بچانے کی کوششیں کرنے پر مجبور کر دیا ہے"۔ ناکامی کے اس سلسلے میں جنوبی سوڈان واحد مثال نہیں ہے بلکہ افریقہ میں کئی اور ممالک بھی امریکہ کی سیاسی ناکامی کی کہانی بیان کرتے ہیں جہاں امریکہ حکومت، شہری اداروں اور اور فوج کو کنٹرول تو کرتا ہے لیکن اس کے باوجود تحفظ اور اچھی حکمرانی کے حوالے سے پائیدار سیاسی حل دینے سے قاصر ہے۔

امریکہ کے روس کے ساتھ تعلقات میں بہت ہی بُرا موڑ آیا ہے۔ ایک وہ وقت تھا جب مشرقی یورپ میں امریکہ طاقت کا سرچشمہ تھا اور اس کا سیاسی اثرورسوخ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ روس عمومی طور پر پیچھے ہوتا تھا خصوصاً کلنٹن کے دور میں جب نیٹو اور یورپی یونین تیزی سے پھیل رہی تھی۔ لیکن پچھلے چھ سالوں میں امریکہ کے لئے حالات بہت زیادہ خراب ہوگئے ہیں۔ ابخازیہ اور جنوبی اوسیشیا کے خطوں کی جارجیا سے علیحدگی اور ان پر روس کے قبضے سے لے کر کریمیا کی روس میں شمولیت تک، روس نے مسلسل امریکہ کی بالادستی کو چیلنج کیا ہے اور امریکی اثرورسوخ کو نا صرف قفقاز بلکہ وسط ایشیا کے ممالک جیسے ازبکستان اور کرغستان سے باہر دھکیل دیا ہے۔ امریکہ کے سابق سیکریٹری دفاع رابرٹ گیٹس نے وال سٹریٹ جرنل میں لکھا کہ "ہم روس کو اپنا ساتھی بنانا چاہتے تھے لیکن پوٹن کی قیادت میں اب ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس نے جو چیلنج کیا ہے وہ کریمیا یا یوکرین تک محدود نہیں ہے۔ اس کے اقدامات نے سرد جنگ کے بعد کے ورلڈ آرڈر کو چیلنج کیا ہے اور اس سے بڑھ کر آزاد ریاستوں کو اس بات کا حق ہونا کہ وہ جس کے ساتھ چاہیں تعلقات قائم کریں یا کاروبار کریں"۔ 1990 کی ابتداء سے امریکہ نے سوویت یونین کے خاتمے کے بعد پیدا ہونے والے خلاء کو اپنے سیاسی اثرورسوخ سے پُر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اب کچھ عرصے سے پوٹن نے ان تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اور اب امریکہ کو پہلے سے بھی زیادہ طاقتور روس کا سامنا ہے جو امریکہ کے لئے ایسی مشکلات پیدا کررہا ہے جو پہلے نہیں تھیں۔ لہٰذا یہ امریکی پالیسی کی واضح ناکامی ہے۔

اس کے علاوہ ایشیا پیسفک میں امریکہ کے مدمقابل چین ہے۔ یہاں بھی ایک ابھرتی ہوئی طاقت چین کو ایک علاقائی طاقت تک محدود کرنے کی امریکی پالیسی ناکام ہوتی نظر آتی ہے۔ کئی برسوں سے ایشیا پیسفک میں امریکہ کی پالیسی رہی ہے کہ وہ چین کے ہمسائیہ ممالک کی مدد سے ایک زبردست سکیورٹی حصار قائم کرنے کی کوشش کرے جس کا مقصد چین کو اس کی اپنی سرحدوں کے اندر ہی محدود کرنا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ چین نے اس سکیورٹی حصار کو کئی بار مختلف زمینی تنازعات اور جارحانہ فوجی نقل و حرکت کے ذریعے توڑا ہے جس کے نتیجے میں امریکہ کو اپنی دفاعی قوت کو بڑھانا پڑا۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق چین کی یہ نقل و حرکت اتفاقی نہیں لگتی۔ اخبار لکھتا ہے کہ "تمام ایشیا میں چین امریکی اتحادیوں پر دباؤ ڈال رہا ہے، اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ ان ممالک کے تعلقات کو کمزور کیا جائے جو امریکہ سے قریب ہیں اور جن کی وجہ سے اس خطے میں امریکہ کو دوسری جنگ عظیم سے بالادستی حاصل ہے"۔

چین کی اس نئی خود اعتمادی کو روکنے کے لئے اوبامہ انتظامیہ کو "یو۔ایس پیوٹ ٹو ایشیا" کے نام سے ایک پالیسی کا اجرا کرنا پڑا جس کے تحت امریکہ اپنی بحری قوت کے ساٹھ فیصد حصے کو یورپ سے ہٹا کر ایشیا پیسفک منتقل کردے گا۔ اس کے علاوہ امریکہ ایشیا پیسفک میں موجود ممالک کے ساتھ پرانے دفاعی معاہدوں کی تجدید اور ان کی وسعت کو توسیع دے رہا ہے جیسا کہ جاپان کو اس بات کی اجازت دینا کہ وہ اپنے آئین کو تبدیل کرے تاکہ ٹوکیو زیادہ بڑا کردار ادا کرسکے۔ لیکن ان تمام اقدامات کے باوجود امریکی اتحادی مطمئن نہیں ہیں اور واشنگٹن کے طویل مدتی کردار کے حوالے سے سوالات اٹھاتے رہتے ہیں۔ رائیٹرز لکھتا ہے کہ "ایشیائی اتحادیوں میں اس حوالے سے تشویش پائی جاتی ہے کہ اگر وہ چین کی جارحیت کا شکار ہوئے تو ان ممالک کے دفاع کے حوالے سے معاہدوں کے باوجود امریکہ نقصانات کو محدود کرنے کی غرض سے چین کے ساتھ اپنے انتہائی اہم تعلقات کو بچانے کی کوشش کرے گا کیونکہ چین دوسری بڑی عالمی معیشت ہے"۔

یہ چند مثالیں ہیں جہاں پچھلی ایک دہائی کے دوران امریکہ کی سیاسی قوت میں نمایاں کمزوری واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح دوسرے براعظموں میں موجود ممالک سے متعلق امریکی سیاسی قوت میں کمی کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا یہاں چند مثالوں کو پیش کرنا ضروری ہے۔

1۔ بیرونی دنیا میں امریکی سیاسی اثرورسوخ میں کمی سب سے پہلے بش جونیئر کے دور میں واقع ہوئی جب امریکہ نے 2003 میں عراق پر حملہ کیا۔ کسی بھی پیمانے کے لحاظ سے یہ ایک بہت ہی برا سیاسی فیصلہ تھا جس نے امریکی خارجہ پالیسی کے لئے کئی مشکلات پیدا کردیں۔ اگر عراق صدر بش کی سٹریٹیجک غلطی تھی تو شام کے مسئلے کے حل میں ناکامی اوبامہ کی سٹریٹیجک غلطی ہے اگرچہ ابھی یہ غلطی عراق کی غلطی کے درجہ کی نہیں لیکن کبھی بھی ہوسکتی ہے۔

2۔ امریکہ کی سیاسی قوت میں کمی اس وقت واقع ہورہی ہے جب امریکہ کی فوجی قوت اپنی بلندیوں پر ہے۔ لیکن اس کے باوجود امریکہ اپنی فوجی قوت کو سیاسی فائدے میں تبدیل نہیں کرسکا۔ امریکہ ممالک کو تباہ و برباد کرنے میں تو ماہر ہے لیکن ان قوموں کو کھڑا کرنے میں انتہائی ناکام بھی ہے۔ قوموں کو کھڑا کرنے کے لئے ایک زبردست سیاسی فکر کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ لوگوں کے معاملات کو منظم کرنا ہوتا ہے لیکن ان کو تباہ کرنے کے لئے محض ان کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لینے کا حق جتانا ہوتا ہے۔

3۔ جہاں جہاں امریکہ کا سیاسی اثرورسوخ کم ہورہا ہے وہاں یا تو امریکہ کو کسی اہم قوت کی جانب سے سیاسی چیلنج درپیش ہے جیسا کہ یوکرین، یا پھر مقامی لوگوں کی

جانب سے چیلنج کا سامنا ہے جن میں سیاسی بیداری پیدا ہوگئی ہے جن کی قیادت سیاسی تحریکیں کر رہی ہیں۔ زیادہ تر مسلم ممالک اس دوسری قسم کے چیلنج کے زمرے میں آتے ہیں۔

4۔ اس بات میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے کہ 1980 اور 1990 کے مقابلے میں 2003 سے اب تک امریکہ نے خارجہ پالیسی کے معاملے میں کوئی ایک بھی کامیابی حاصل نہیں کی ہے۔ جو چند ایک سیاسی کامیابیاں حاصل بھی کیں تو وہ جلد ہی ناکامیوں میں تبدیل ہوگئیں اور کچھ تو اس کے لئے ایک ڈراؤنا خواب ہی بن گئیں۔

5۔ یہ مسلم دنیا ہے جہاں امریکہ کا سیاسی اثر ورسوخ تیزی سے گر رہا ہے جبکہ کئی ممالک میں اہم ترین اداروں پر وہ اب بھی زبردست اثر ورسوخ رکھتا ہے جیسا کہ پاکستان، شام اور مصر وغیرہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ممالک کی آبادی صرف امریکہ مخالف نہیں ہے بلکہ اس نے مغربی ثقافت اور نظریے سے بھی تعلق توڑ لیا ہے۔ یہ صورتحال بغیر فوجی قوت کے استعمال کے سیاسی معاملات کو حل کرنے کی امریکی صلاحیت کو شدید متاثر کرتی نظر آتی ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ اس تین اقساط پر مشتمل مضمون میں پیش کیے جانے والے تصورات سے قاری مستفید ہوں گے اور انہیں استعمال کرتے ہوئے قوموں کے عروج و زوال کے سلسلے کو سمجھنے میں کامیاب ہوں گے۔

بقیہ صفحہ 4 سے

ارشاد ہے **الآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا** "لو اب اللہ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کے علم میں ہے کہ تمہارے اندر کچھ کمزوری ہے" (الانفال:66)۔ یا حکم کو بالکل ختم کیا جائے اور کوئی نیا حکم نہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ** "کیا تم اس سے ڈر گئے کہ اپنی تنہائی کی بات سے پہلے صدقات دیا کرو؟" (المجادلۃ:13)۔ (اس آیت کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے تنہائی میں بات کرنے سے پہلے صدقہ دینے کے حکم کو منسوخ کیا گیا اور کوئی نیا حکم نہیں دیا گیا)۔

ب۔ منسوخ حکم کی طرح کوئی جدید حکم دیا جائے۔

جیسے قبلہ اول مسجد اقصیٰ کو، قبلہ ثانی یعنی کعبہ شریف سے منسوخ کیا گیا۔ مسلم نے براء بن عازب سے حدیث نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کی جانب سولہ مہینے نماز پڑھتا رہا، یہاں تک کہ سورۃ البقرہ والی آیت نازل ہوئی **وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ** "اور جہاں کہیں تم ہو اپنے چہروں کا رُخ (نماز پڑھتے ہوئے) اسی کی طرف رکھا کرو" یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تھے۔ پھر ایک آدمی چلا گیا اور انصار کے لوگوں کے پاس سے گزرا وہ نماز پڑھ رہے تھے، اس نے واقعہ سنایا تو انہوں نے دورانِ نماز اپنا رُخ بیت اللہ کی طرف کر دیا۔ پوری آیت یہ ہے **قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ** (البقرہ :144)۔ تو یہ آیت قبلہ اول کی منسوخی پر دلالت کرتی ہے اور قبلہ اول کی طرف نماز، قبلہ ثانی کعبہ شریف کی طرف نماز ہی کی طرح ہے۔

ج۔ نئے حکم میں منسوخ حکم کی نسبت شدت اور مشقت ہو۔

جیسے عاشوراء کے دن روزے کے وجوب کو منسوخ کیا گیا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا (یہ حکم برقرار رہا) یہاں تک کہ جب رمضان کا روزہ فرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **من شاء فليصم ومن شاء فليفطر** "جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے" تو عاشوراء کا روزہ رمضان کے روزے کے ساتھ منسوخ کیا گیا اللہ عزوجل فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ * أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ * شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ گنتی کے چند دن روزے رکھنے ہیں۔ پھر بھی اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا کر (روزے کا) فدیہ ادا کریں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور اگر تم کو سمجھ ہو تو روزے رکھنے میں تمہارے لئے زیادہ بہتری ہے۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے سراپا ہدایت اور ایسی روشن نشانیوں کا حامل ہے جو صحیح راستہ دکھاتی اور حق وباطل کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دیتی ہیں۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی یہ مہینہ پائے، وہ اس میں ضرور روزہ رکھے" (البقرہ :183-185)۔ تو عاشوراء کے روزہ کو رمضان کے روزوں کے ذریعے منسوخ کیا گیا اور ظاہر ہے کہ رمضان کے روزوں کا حکم عاشوراء کے ایک روزے سے زیادہ بھاری ہے

شمالی وزیرستان آپریشن افواجِ پاکستان سے غداری ہے

رمضان وہ مہینہ ہے جو چودہ سو سال تک دشمن کفار کے خلاف کامیابی کا مہینہ رہا ہے اور اس مہینے میں مسلمان فتح کی خوشیاں مناتے رہے ہیں۔ آج اسی ماہِ رمضان میں راحیل-نواز حکومت شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کر رہی ہے۔لیکن افسوس کہ شمالی وزیرستان میں کیا جانے والا یہ فوجی آپریشن خوشیاں منانے کا مقام نہیں بلکہ یہ افواجِ پاکستان کے خلاف سنگین غداری ہے، جس کا مقصد افواجِ پاکستان کی اِس صلاحیت کو تباہ کرنا ہے کہ وہ خطے کے متعلق امریکہ کے زہریلے منصوبے کا سامنا کر سکے اور اسے ناکام بنا سکے۔

امریکہ اِس وقت، دنیا کی واحد مسلم ایٹمی طاقت پاکستان کی دہلیز پر، یعنی افغانستان میں، اپنی موجودگی کو مستقل شکل دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ موجودگی محدود انخلاء کے پردے میں حاصل کی جا رہی ہے، جس کے تحت افغانستان میں امریکہ کے ہزاروں فوجی و نجی سیکورٹی اہلکار اور کئی فوجی اڈے برقرار رہیں گے۔ تاہم افغانستان پر قبضے کے پہلے دن سے امریکہ اس بات سے آگاہ ہے کہ اُس کے منصوبے کو اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ افواجِ پاکستان سے ہے اگر اِس فوج کی باگ ڈور ایک مخلص اسلامی قیادت کے ہاتھ میں ہو۔ مارچ 2009 میں امریکی سینٹرل کمانڈ (CENTCOM) کے کمانڈر کے مشیر ڈیوڈ کلکلین نے یہ بیان دیا: "پاکستان کی آبادی 173 ملین ہے، اس کے پاس 100 ایٹمی ہتھیار اور امریکہ سے بڑی فوج ہے... ہم ایسی صورتِ حال کے نزدیک پہنچ گئے ہیں کہ (پاکستان میں) انتہا پسند اقتدار پر قابض ہو سکتے ہیں... اور اب تک دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ اس (خطرے) کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں"۔ 16 نومبر 2009ء کو نیویارکر میں شائع ہونے والے مضمون میں بیان کیا گیا کہ "اصل خطرہ بغاوت کا ہے کہ افواجِ پاکستان میں موجود انتہا پسند بغاوت کر سکتے ہیں... اوبامہ انتظامیہ کے ایک سینئر عہدیدار نے حزب التحریر کا تذکرہ کیا... جس کا مقصد خلافت کا قیام ہے"۔

امریکہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ پاکستان کی افواج مسلم سرزمین سے غیر ملکی افواج کے قبضے کو ختم کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہیں۔ اس بات کا مشاہدہ امریکہ افغانستان پر سوویت یونین کے حملے کے وقت کر چکا ہے کہ کس طرح افواجِ پاکستان کی اعلیٰ صلاحیتوں کی حامل انٹیلی جنس ایجنسی (ISI) نے قبائلی جنگجوؤں کو روسی قبضے کے خلاف منظم قوت میں تبدیل کر دیا اور روس کو اس قدر لہولہان کیا کہ وہ افغانستان سے بھاگنے پر مجبور ہو گیا اور اسے کبھی دوبارہ لوٹ کر آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اور آج جب امریکہ بذاتِ خود افغانستان پر حملہ آور ہے تو ماضی کی طرح افواجِ پاکستان آج امریکہ کو بھی یہاں سے ہمیشہ کے لیے نکالنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ امریکہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس خطے میں پاکستان کی تزویراتی گہرائی (Strategic Depth) میں شمالی وزیرستان ایک اہم مقام رکھتا ہے، اور اس سرزمین اور اس کے لوگوں کو بیرونی خطرات سے بچانے کا اہم ذریعہ ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو تقسیم کرنے، افواجِ پاکستان کو خانہ جنگی کی دلدل میں دھکیلنے اور پاکستان کی تزویراتی گہرائی کو کاٹ ڈالنے کے لئے، امریکہ نے ستمبر 2011 سے شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کے مطالبے کو شدید تر کر دیا۔ موجودہ آپریشن کے شروع ہونے سے چند ہفتوں قبل امریکہ کے نائب سیکریٹری خارجہ ولیم برنز نے 9 مئی 2014 کو پاکستان کا دورہ کیا اور سیاسی و فوجی قیادت میں موجود اپنے ایجنٹوں سے ملاقاتیں کی اور انہیں شمالی وزیرستان میں اُن جنگجوؤں کے خلاف کاروائی کا حکم دیا جو افغانستان میں امریکی افواج کے خلاف محاذ آرا ہیں۔ پھر امریکی کانگریس نے پاکستان کی امداد کو شمالی وزیرستان میں آپریشن سے مشروط کر دیا اور اب امریکہ نے شمالی وزیرستان میں آپریشن کے لئے کولیشن سپورٹ فنڈ (CSF) سے پاکستان کو رقم بھی فراہم کر دی ہے۔

شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن شروع کرنے کے مطالبے کے ساتھ ساتھ امریکہ نے اپنی انٹیلی جنس اور پرائیویٹ فوج (ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک) کو پاکستان کی افواج اور شہریوں پر حملے کروانے کے لئے استعمال کیا تا کہ قبائلی مزاحمت کے متعلق منفی رائے عامہ پیدا کی جائے اور افواجِ پاکستان اور قبائلیوں کے درمیان تفریق پیدا کی جائے۔ ان حملوں اور بم دھماکوں کہ جن کی منصوبہ بندی امریکی دہشت گرد نیٹ ورک کرتا ہے اور پھر ان کا الزام مخلص قبائلی مزاحمت کاروں پر ڈال دیا جاتا ہے، کا ہدف یہ ہے کہ قابض امریکی افواج کے خلاف جہاد کو بدنام کیا جائے اور یوں پاکستان کی قیادت میں موجود امریکی ایجنٹوں کو امریکہ کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں سہولت ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ اس قسم کے حملوں اور بم دھماکوں کو "مثبت" سمجھتا ہے۔ 12 اکتوبر 2012 کو امریکی محکمہ خارجہ کی ترجمان وکٹوریہ نولینڈ نے کہا کہ "یقیناً جس قدر پاکستانی عوام کی رائے عامہ ان (عسکری جنگجوؤں) کے خلاف ہوتی ہے، حکومت کو اُن کے

خلاف جانے میں اسی قدر مدد ملتی ہے۔ یہ شاید اس خوفناک سانحہ کا 'مثبت 'پہلو ہے"۔

جہاں تک راحیل-نواز حکومت کا تعلق ہے تو اس نے تمام تر منصوبے میں ہر قدم پر وفاداری کے ساتھ امریکہ کی مدد کی ہے۔ آج بھی اس حکومت نے امریکی دہشت گرد نیٹ ورک کے لئے پاکستان کے دروازے کھول رکھے ہیں اور اِن امریکی اہلکاروں کو پاکستان کے حساس ترین علاقوں میں معلومات کے حصول کے لئے آزادانہ گھومنے پھرنے کی اجازت ہے تا کہ پھر وہاں پر حملے کروائے جا سکیں۔ ان امریکی دہشت گردوں کو پاکستان کے فوجی و شہری علاقوں میں پناگاہیں میسر ہیں اور جب بھی کوئی امریکی جاسوس رنگے ہاتھوں پکڑا جاتا ہے تو حکومت اسے رہا کر دیتی ہے۔ یہ غدار حکومت امریکہ کی زبان بولتے ہوئے جہاد کو بدنام کرنے کے لیے متحرک کردار ادا کرتی ہے اور جانتے بوجھتے ہوئے اُن مخلص مجاہدین کو جو امریکہ کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، ان خفیہ اور مبہم کرداروں سے جوڑ دیتی ہے جو افواجِ پاکستان پر حملے کرتے ہیں۔ 25 جون 2014 کو وزیر اعظم کے مشیر برائے قومی سلامتی و خارجہ امور سرتاج عزیز نے اعلان کیا کہ "اب اچھے طالبان اور برے طالبان کے درمیان فرق نہیں رکھا جائے گا اور فوجی آپریشن سب کے خلاف کیا جا رہا ہے"۔ پھر 26 جون 2014 کو فوج کے تعلقات عامہ کے شعبے ISPR کے ڈائریکٹر جنرل، میجر جنرل عاصم سلیم باجوہ نے کہا کہ " فوج کے لیے تحریکِ طالبان پاکستان اور حقانی نیٹ ورک کے درمیان کوئی فرق نہیں، تمام دہشت گرد گروہوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا"۔ اور آخر کار اس مجرم حکومت نے ہماری افواج اور سیکورٹی فورسز کو قبائلی علاقوں میں اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف فتنے کی جنگ لڑنے کے لئے بھیج دیا جس کے نتیجے میں دونوں جانب سے بہنے والا مسلمانوں کا خون امریکی راج کو مستحکم کرنے کے لئے استعمال ہو گا، جبکہ شمالی وزیرستان کے لاکھوں لوگ بے گھر اور تباہ حال ہو جائیں گے۔ یہ ہے وہ اصلی ڈبل گیم جو ہماری افواج کے خلاف کھیلی جا رہی ہے۔

اے پاکستان کے مسلمانو! سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار افغانستان پر امریکی قبضے کو مستحکم کرنے کے لئے دن رات ایک کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے دشمنوں کی اندھی اطاعت میں انہیں قبائلی مسلمانوں یا افواج پاکستان یا عام شہریوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔ اور زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ غدار ایک ایسے وقت امریکہ کو مدد فراہم کر رہے ہیں جب وہ کمزوری سے لڑکھڑا رہا ہے اور گر رہا ہے۔ شام سے لے کر عراق اور افغانستان تک امریکہ کی بزدل افواج مسلمان جنگجوؤں کا سامنا کرنے سے سخت خوف کھاتی ہیں، اگرچہ امریکہ کے مقابلے میں ان کا اسلحہ معمولی نوعیت کا ہے۔ امریکہ کی گرتی ہوئی معیشت اتنا سرمایہ فراہم کرنے سے قاصر ہے جو اس کے عالمی راج کو پھیلانے اور برقرار رکھنے کے لئے درکار ہے۔ تو اگر امریکہ مسلمان گروہوں کے خلاف خود میدان میں اترنے سے خوفزدہ ہے تو پھر اُس وقت امریکہ کے خوف کا کیا عالم ہو گا جب مسلم دنیا کی سب سے طاقتور پاکستانی فوج اللہ کے کلمے کو سربلند کرنے کے لئے حرکت میں آئے گی اور اس کے پیچھے پوری امت کی مدد اور دعائیں ہوں گی؟ پس اے مسلمانو! رمضان کو اس کا حق واپس دلاؤ، عظیم اسلامی ریاستِ خلافت کے قیام کے ذریعے رمضان کو ایک مرتبہ پھر دشمن کفار کے خلاف فتح کا مہینہ بناؤ۔ وہ خلافت کہ جو تمہارے وسائل کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے حرکت میں لائے گی۔

اے افواج پاکستان کے افسران! معاملہ بہت بڑھ چکا ہے، کئی سرخ لکیریں پار کی جا چکی ہیں اور کئی پار ہونے کے قریب ہیں۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس غداری اور تباہی کا خاتمہ کریں کہ آپ کے پاس ہی اسکام کے تمام وسائل موجود ہیں۔ ابھی اور اسی وقت حرکت میں آئیں۔ ان غدّاروں کو اُکھاڑ پھینکیں اور حزب التحریر کو نُصرہ فراہم کریں، جو شیخ عطا ابن خلیل ابو رَشتہ کی قیادت میں سرگرمِ عمل ہے۔ صرف اسی صورت میں آپ کو ایک خلیفہ راشد کی قیادت میسر آ سکے گی، جو آپ کی قوت کو افغانستان پر کفار کے قبضے کا خاتمہ کرنے اور اسلامی علاقوں کو کفار کی بالادستی سے مکمل طور پر آزاد کرانے کے لیے استعمال کرے گا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **يٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ط تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ط يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِى جَنَّاتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ**"اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ اللہ تمھارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں جنت کے باغوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور پاکیزہ گھروں میں جو ہمیشہ کی بہشت میں ہوں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے" (الصف:10-12)۔

3 رمضان 1435 ہجری	**حزب التحریر**
یکم جولائی 2014	**ولایہ پاکستان**

سوال کا جواب: امریکی پالیسی کے تناظر میں پاک بھارت تعلقات

سوال: امریکی صدر نے بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کے قائد مودی کو سب سے پہلے کامیابی پر مبارک باد دی اور اس کو واشنگٹن کے دورے کی دعوت دی۔ اس کے بعد 5 جون 2014 کو اعلان کیا کہ مودی ستمبر میں دورہ کرے گا۔ 26 مئی 2014 کو ہندوستان کے نئے وزیر اعظم کے طور پر مودی کی تقریب حلف برداری ہوئی جب بھارتیہ جنتا پارٹی نے انتخابات میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی جس میں اس نے پارلیمنٹ کی 545 نشستوں میں سے دو کو چھوڑ کر جن کو براہ راست صدر مقرر کرتا ہے 282 نشتوں پر کامیابی حاصل کی۔ یوں کانگریس پارٹی کو تاریخ ساز شکست کا سامنا ہوا جو صرف 44 نشستیں ہی جیت سکی۔ پھر مودی کی جانب سے ملاقات کی دعوت دیے جانے پر پہلی بار پاکستانی وزیر اعظم نے اس قسم کی تقریب میں شرکت کی اور اس سے ملاقات کی۔ ان تمام باتوں کے کیا نتائج ہوں گے؟ دونوں ملکوں کے مابین تعلقات امریکی پالیسی اور منصوبوں کے دائرہ کار میں کیسے آگے بڑھیں گے اور چین اور افغانستان پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب:

1۔ انتخابات کے دوران امریکہ کی جانب سے مودی کی پشت پناہی قابل دید تھی..... مودی کا کردار بہتر بنانے کی مہم ہندوستان تک محدود نہیں تھی بلکہ ملک سے باہر خاص طور پر امریکہ میں موجود ہندو انتہا پسند تنظیموں کو متحرک کیا گیا تھا، جن کے ذریعے مودی کو تمام ہندوستانیوں بلا استثناء تمام اقلیتوں کے لیے جدوجہد کرنے والے قائد کے طور پر پرچار کیا گیا۔ جو تنظیمیں "مودی" آلہ کار کے طور پر متحرک تھیں ان میں امریکہ انڈیا فاؤنڈیشن اور امریکہ انڈیا کمیٹی برائے پولیٹیکل ایکشن پیش پیش تھیں۔ ان تنظیموں نے بالواسطہ اور بلاواسطہ بھارتیہ جنتا پارٹی کی پشت پناہی، اس کی خارجہ تعلقات کے یونٹ اور سمندر پار بھارتیہ جنتا پارٹی کے دوستوں کے ذریعے کی اور یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ امریکہ وغیرہ میں ہزاروں ہندوستانی رہائش پزیر ہیں۔

اس پارٹی کی اس بھرپور حمایت کی تائید اس سے ہوتی ہے جو واشنگٹن میں "امریکن انٹرپرائز" سینٹر نے شائع کی ہے کہ انتخابی مہم کے لیے ملک سے باہر جو بھی رقم اکٹھی کی گئی اس کا زیادہ تر حصہ "بھارتیہ جنتا پارٹی" کو ارسال کیا گیا۔ اسی طرح دس ہزار سے زائد امریکی اور یورپی شہریت رکھنے والے ہندوستانی تاجروں اور کمپنیوں کے مالکان نے "مودی" کی انتخابی مہم کی مدد اور اس کو ووٹ دینے پر لوگوں کو ابھارا۔ ظاہری بات ہے کہ اس کی پالیسیوں کی حمایت کرنے والوں اور "مودی" کے مددگاروں اور پشت پناہوں کا اس کی مقبولیت میں اضافے اور اس کے کردار کو بہتر بنانے اور دوسری پارٹیوں اور ان کی انتخابی مہم پس منظر میں لیجانے میں بڑا کردار ہے.....

بہر حال یہ بات واضح ہے کہ متعصب ہندو مودی کی کامیابی کے پیچھے مشرق بعید میں امریکہ کا زبردست مفاد ہی ہے۔ 19 مئی 2014 کو "نقطہ نظر" کے عنوان سے ایک مقالہ جس کو بی بی سی عربی نے "مودی کس طرح بھارت امریکہ تعلقات پر اثر انداز ہو گا؟" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اس مضمون جو کہ لیز اکرٹیس نے تحریر کیا ہے، میں کہا گیا ہے کہ "نئی دلی اور واشنگٹن دونوں کے اسٹرٹیجک اہداف مشترک ہیں خواہ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے حوالے سے ہوں یا بحری گزرگاہوں کی حفاظت کے لیے ہوں یا ابھرتے ہوئے چین کے خلاف ہوں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کی جانب سے بالخصوص چین کے حوالے سے سخت پالیسی امریکی عہدیداروں کو اس کے قریب ہونے کے مواقع فراہم کرے گی"۔ جیسا کہ وائٹ ہاوس سے جاری ہونے والے بیان کے مطابق امریکی صدر باراک اوباما نے مودی کو فون کر کے کامیابی پر مبارک باد کے ساتھ اس کو امریکی دورے کی دعوت دی۔ اوباما نے مودی سے کہا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتا ہے جس کا ہدف "امریکہ اور انڈیا کے درمیان دوطرفہ اسٹرٹیجک شراکت" کے وعدے کو پورا کرنا ہے۔ 16 مئی 2014 کو بی بی سی عربی نے سے نشر ہونے والی رپورٹ کے مطابق "صدر نے مودی کو دعوت دی اور دوطرفہ تعلقات کو آگے بڑھانے پر اتفاق کیا گیا"۔

2۔ یوں ہم نے امریکہ کو مودی کی قیادت میں جنتا پارٹی کی جیت پر انتخابات کے فوراً بعد اور نتائج کے سرکاری طور پر اعلان سے پہلے ہی خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے دیکھا۔ 12 مئی 2014 کو الشرق الاوسط اخبار میں آیا کہ "اوباما نے 12 مئی 2014 کو مکمل ہونے والے ہندوستانی انتخابات کی تعریف کی 16 مئی 2014 کو ابتدائی نتائج کے مطابق بھارتیہ جنتا پارٹی کی کامیابی پر جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ 'ہم نئی ہندوستانی حکومت کی تشکیل کو جلد سے جلد دیکھنے کے خواہشمند ہیں اور نئی ہندوستانی انتظامیہ کے ساتھ اعتماد کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں تا کہ آنے والے سال بار آور ہوں'....." یہ امریکہ کی جانب سے مودی کی قیادت میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی کامیابی کی شدید خواہش اور اس کے ساتھ تعاون کے طرف اشارہ ہے جیسا کہ اٹل بہاری واجپائی کی قیادت میں اس پارٹی کے ساتھ

اس وقت تعاون کیا تھا جب یہ 1998 تا 2004 حکمران تھی۔ اب بھی یہی حال ہے کہ جب 16 مئی 2014 کو سرکاری طور پر اس پارٹی کی کامیابی کا اعلان کیا گیا تو اوباما نے مودی کو فون کرکے اس کو مبارک باد دی اور اس کو واشنگٹن کے دورے اور ملاقات کی دعوت دی۔ امریکی صدر نے مودی کے ساتھ اپنی ٹیلی فونک گفتگو میں اس طرف اشارہ کیا کہ "وہ پر اعتمادی سے امریکہ اور ہندوستان کے درمیان اسٹریٹیجک شراکت کے لیے مودی کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہے" اور "دونوں نے تعلقات کو گہرے اور وسیع کرنے میں بھرپور تعاون پر اتفاق کیا"۔ (انڈیا ٹی وی 17 مئی 2014)۔ پھر 5 جنوری 2014 کو دو ہندوستانی اخبارات "ٹائمز آف انڈیا" اور "ہندوستان ٹائمز" نے ایک خبر شائع کی کہ جس کے مطابق مودی ستمبر میں امریکی صدر سے ملاقات کے لیے واشنگٹن کا دورہ کریں گے۔ یہ سب اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ امریکہ کو اعتماد ہے کہ ہندوستان بی جے پی اور اس کے سربراہ مودی کی قیادت میں خصوصی اسٹریٹیجک شراکت کے نام پر امریکہ کا ہم رکاب ہوگا۔ اس سال پہلے بھی امریکی سفیر کے جنتا پارٹی کے سربراہ "مودی" کے ساتھ ملاقاتوں کی خبریں بھی منظر عام پر آچکی ہیں اور یہ انتخابات سے بھی پہلے کی بات ہے جو اس طرف اشارہ ہے کہ امریکی پالیسی کے مطابق انتخابات کے بعد مودی کے لیے مشترکہ منصوبہ بندی کی گئی ہے جس پر مودی کاربند ہوگا۔

کانگریس کی دس سالہ حکمرانی کے بعد بی جے پی کے دوبارہ بر سر اقتدار آنے پر امریکہ خوش ہے کیونکہ کانگریس کے دور میں امریکہ اور ہندوستان کے تعلقات گرم جوشی پر مبنی نہیں تھے۔ اس نے امریکہ کی ہر بات نہیں مانی خاص کر چین سے ٹکر لینے کے حوالے سے۔ یہی وجہ ہے کہ اوباما نے ہندوستانی انتخابات کے نتائج آنے پر اپنے ایجنٹوں کو حکمرانی کے مسند پر دیکھ کر خوشی کے اظہار میں جلد بازی کی۔ اس خوشی میں اوباما یہ بھی بھول گیا کہ امریکہ نے گجرات میں اس وقت مودی کی جانب سے مسلمانوں کے قتل عام پر "مودی" کی امریکہ میں داخلے پر پابندی لگادی تھی جب وہ وزیر اعلیٰ تھا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے

> امریکہ اپنے جرائم، سازشوں اور ملکوں کو پامال کرنے میں تمام حدیں پار کرچکا ہے اور تمام استعماریوں کو پیچھے چھوڑ چکا ہے.....وہ اپنے استعماری مفادات کے لیے ہر جرم اور ہر سازش کا ارتکاب کر رہا ہے۔ وہ چین کے خلاف کھلی سازش کر رہا ہے، ہندوستان کے خلاف خفیہ سازش کر رہا ہے اور اس کو یہ باور کرا رہا ہے کہ خشکی اور سمندر میں چین کے مد مقابل آنا ہندوستان کے مفاد میں ہے

بڑی عبرت ہے جو امریکہ کی جانب سے انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے سے دھوکہ کھاتے ہیں۔ امریکہ اپنے مفاد کے لئے تمام انسانی حقوق کو پامال کرتا رہتا ہے۔ امریکہ کی جانب سے "مودی" کے امریکہ داخلے پر پابندی انتخابات میں اس کی جیت کے ساتھ ہی آنے والے دنوں میں امریکہ آنے پر پرتپاک استقبال میں تبدیل ہوگیا ہے.....

یوں امریکہ جنتا پارٹی کے دوبارہ بر سر اقتدار آنے سے خوش ہے کیونکہ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں امریکہ کے وفادار بر سر اقتدار آچکے ہیں، اس لیے یہ ممکن ہے کہ امریکہ پاکستان میں اپنے ایجنٹوں اور ان کے سرغنہ نواز شریف سے ہندوستان کو مزید مراعات فراہم کرنے کا مطالبہ کرے تاکہ ہندستان کی پوزیشن مستحکم ہو یعنی چین کے مقابلے میں ہندوستان کی پوزیشن مستحکم ہو۔ دوسرے لفظوں میں امریکہ چاہتا ہے کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان تعلقات معمول پر آجائیں لیکن پاکستان کی قیمت پر.....۔ دوطرفہ تعلقات میں جو سب سے بڑی رکاوٹ ہے وہ کشمیر کا متنازعہ علاقہ ہے اس کے بعد ہندوستان میں مسلح اسلامی گروہوں کی موجودگی ہے اور نئی دلی ان کی مدد کا الزام پاکستان پر لگاتی ہے۔ اس بات کی توقع ہے کہ امریکہ اپنے ایجنٹ نواز شریف پر ہندوستان کے مفاد میں کشمیر میں خطرناک تباہ کن مراعات کے لیے دباؤ ڈالے گا تاکہ انتہا پسند ہندو نریندر مودی اور اس کی پارٹی کو خوش کیا جاسکے۔ اور اسی طرح امریکہ نواز شریف سے دہشت گردی پر قابو پانے کے نام پر کشمیری مجاہدین کا صفایا کرنے کا بھی مطالبہ کرے گا۔ یہ سب اس لیے ہوگا تاکہ ہندوستان کو ابھرتے چین کا سامنا کرنے کے قابل بنایا جاسکے.....

1998 سے 2004 کے درمیان بھی یہی ہوا تھا جب جنتا پارٹی کی حکومت تھی اور پاکستان نے ہندوستان میں امریکی ایجنٹوں کو مضبوط کرنے اور اس کے اثر ورسوخ کو بڑھانے کے لیے کشمیر میں ہندوستان کے مفاد میں پسپائی اختیار کی تھی۔ نواز شریف ہی نے پاک فوج اور مجاہدین کو کارگل کی ان چوٹیوں سے پسپا ہونے کا حکم دیا تھا جن کو فوج اور مجاہدین نے زبردست معرکے کے بعد آزاد کرایا تھا۔ یہ تب ہو جب نواز شریف نے امریکہ کا دورہ کیا اور اس وقت کے امریکی صدر بل کلنٹن سے 4 جولائی 1999 کو ملاقات کی اور امریکہ نے پسپائی کے لیے اس پر دباؤ ڈالا اور اس

نے سر جھکا کر پسپائی کا حکم دے دیا.....اب پھر نواز شریف ہی پسپائی کو دوہرا رہا ہے جس کی ابتدا نواز شریف نے 26 مئی 2014 کو نئے ہندوستانی وزیر اعظم مودی کی تقریب حلف برداری میں شرکت اور ایک گھنٹے کی ملاقات سے کیا ہے۔ اس دوران مودی نے نواز شریف کو یاد دہانی بھی کرادی کہ "پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ اپنی سرزمین کو ہندوستان پر حملوں کے لیے استعمال ہونے سے روکے اور 2008 کے ممبئی حملے کے ذمہ داروں کو سزا دے" (رائٹرز 27 مئی 2014)۔ اس موقع پر نواز شریف نے کمزوری اور ذلت کا اظہار کیا اور کم از کم برابری کی سطح پر بھی اس کا جواب نہیں دیا بلکہ صحافیوں کے سامنے یہ کہنے پر ہی اکتفا کیا کہ "اس نے مودی کے ساتھ دوطرفہ دوستانہ خوشگوار ملاقات کی"۔ وہ یہ بات کر رہا ہے جبکہ 2002 کے گجرات واقعات اب تک مسلمانوں کے ذہنوں میں تازہ ہیں جب نریندر مودی کے گجرات کے وزیر اعلیٰ بننے پر ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف وحشیانہ جرائم کا ارتکاب کیا تھا جس کے نتیجے میں 2000 سے زیادہ مسلمان مارے گئے اور ایک لاکھ سے زیادہ بے گھر ہوئے جو اب تک در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور اپنے گھروں کو واپس نہیں آسکے۔ صوبائی یا ہندوستان کی مرکزی حکومت نے بھی ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ نواز شریف نے پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کی مدد کا مسئلہ بھی نہیں اٹھایا۔ یوں نواز شریف نے ہندوستان کے نئے وزیر اعظم مودی کو چیلنج کرنے یا کم از کم اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی بجائے امریکی پالیسی کے مطابق ہندوستان کو خوش کرنے کے لیے مودی کے سامنے رسوائے زمانہ جھکاؤ اختیار کیا!

3۔ دوسری طرف یہ نظر آرہا ہے کہ امریکہ ہندوستان کو افغانستان میں کردار دینا چاہتا ہے اور دونوں ملکوں کے مابین تعلقات کو مضبوط کرنا چاہتا ہے تاکہ وہاں استحکام لانے میں وہ پاکستان کا محتاج نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مودی کی تقریب حلف برداری میں شرکت کرنے والا پہلا صدر افغانستان کا کرزئی ہی تھا۔ ہندوستان میں جب بھی امریکہ کی پروردہ حکومت ہوتی ہے، امریکہ پاکستان سے زیادہ ہندوستان پر اعتماد کرتا ہے حالانکہ پاکستان میں بھی اس کی پروردہ حکومت ہے لیکن اس کو یہ خوف ہے کہ اس اسلامی ملک میں کسی بھی وقت کوئی بھی تبدیلی رونما ہو سکتی ہے، اس لیے وہ یہاں زیادہ دیر محفوظ نہیں کیونکہ یہاں کے لوگ تبدیلی کے لیے متحرک ہیں اور حقیقی اور سنجیدہ تبدیلی اور مغرب سے بالعموم اور امریکہ سے بالخصوص جان چھڑانے کا رجحان موجود ہے، جس کی وجہ سے وہ یہاں نظامِ حکمرانی پر حاوی رہتا ہے اور اپنے ایجنٹوں کو حکومت میں لاتا ہے اور ساتھ ہی فوج کی قیادت کو بھی اپنی جیب میں رکھتا ہے۔ یوں امریکہ نے پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت میں اپنے مہرے رکھے ہوئے ہے.....امریکہ کو یہ خوف دامن گیر ہے کہ کہیں امت اس کی بنی بنائی عمارت کو منہدم نہ کر دے۔ اس کا سب سے بڑا خوف یہ ہے کہ امت اسلامی حکومت قائم کرے گی اور خلافت کا اعلان کرے گی۔ یہی وہ چیز ہے جس سے امریکہ تشویش میں مبتلا ہے.....یہی وجہ ہے امریکہ افغانستان سے فوج کو "واپس بلانے" کے بعد وہاں معاملات کو درست کرنے میں صرف پاکستان پر اعتماد پر اکتفا نہیں کر رہا ہے بلکہ وہاں حالات کو معمول پر لانے میں بھارت کو فعال کردار سونپنے کا ارادہ رکھتا ہے جس کے لیے افغانستان اور بھارت کے تعلقات کو مضبوط کر رہا ہے۔ مغربی اور امریکی فوج کے افغانستان سے نکلنے کے بعد امن و امان کے لیے اس کا زیادہ اعتماد ہندوستان پر ہوگا، اسی لیے کرسچین سائنس مانیٹر نے یکم جون 2014 کو ہندوستان اور افغانستان کے تعلقات کے بارے میں ایک رپورٹ شائع کی جس میں کہا گیا ہے کہ "پچھلے ہفتے جب افغان صدر حامد کرزئی نے نئے ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی کی تقریب حلف برداری میں شرکت کی اس موقع پر اس نے ان اشیاء کی ایک فہرست پیش کی جن کو حاصل کرنے میں افغانستان دلچسپی رکھتا ہے جن میں ٹینک، اسلحہ، ٹرک، ہیلی کاپٹر وغیرہ شامل ہیں"۔ اخبار نے مزید کہا ہے کہ "کرزئی کا مطالبہ اس وقت سامنے آیا جب ہندوستان کے حکومتی اور عسکری حلقوں میں یہ بحث عروج پر تھی کہ آیا نئی دلی کابل کی عسکری امداد میں اضافہ کرے گی یا نہیں....." اخبار نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ "ہندوستان کے افغانستان کے ساتھ روایتی اور مضبوط تعلقات ہیں اور ہندوستان کابل کا اسٹریٹیجک شراکت دار اور دوست بھی بن چکا ہے، اگرچہ طالبان دورِ حکومت میں اس سے دور ہو گئے تھا"۔ یوں امریکہ کے وفادار مودی کے دور حکومت میں ہندوستان افغانستان میں امریکہ کی پشت پناہی میں بننے والی حکومت کے مفاد میں امن و امان کے حوالے سے متحرک کردار ادا کرے گا۔

4۔ جہاں تک چین کا تعلق ہے تو اس نے گزشتہ دو دہائیوں کے دوران اپنے اثر و رسوخ کو بڑھایا اور اپنے خطے میں اپنے آپ کو مضبوط کیا۔ امریکہ چین کے ارد گرد ممالک کے ذریعے اس کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی کوشش کر رہا ہے جیسے جاپان، جنوبی کوریا، ویتنام اور ہندوستان۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے چین کو قابو کرنے کے لیے کئی ایک اتحاد اور پارٹنر بنائے تاکہ چین کے ہمسایہ ممالک کے ذریعے ہی اس کو لگام دے۔ امریکہ نے دیکھ لیا کہ برصغیر میں چین کا سامنا کرنے کے لیے ہندوستان مناسب ملک ہے کیونکہ اس کے چین کے ساتھ مختلف پرانے سرحدی تنازعات بھی ہیں۔

یوں امریکہ نے چین پر دباؤ میں اضافہ کرنے، اس کو اپنے آس پاس کے علاقوں پر اثر انداز ہونے سے روکنے، اپنی ہی سرزمین تک محدود رہنے اور ہندوستان کے ساتھ اپنی سرحدوں کو محفوظ رکھنے میں مشغول رکھنے کے لیے ہندوستان کو بھرپور طریقے سے استعمال کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اسی لیے امریکہ نے دو سال قبل ایشیا-بحر الکاہل سے متعلق اپنی پالیسی کا اعلان کر دیا تھا جس کی رو سے وہ اپنی 60 فیصد بحری طاقت کو اس خطے میں چین کا راستہ روکنے اور خطے کے ممالک سے اتحاد قائم کر کے ان کو چین کے سامنے لا کھڑا کرنے کے لئے منتقل کرے گا۔ ان ممالک میں سے ایک ہندوستان ہے جس کو بحر الکاہل میں مشرقی خطے خاص کر جنوبی چین کے سمندری علاقے کی طرف متوجہ کیا اور اس کو وہاں توانائی کے وسائل تیل اور گیس کی موجودگی کا جھانسہ دیا۔ اگرچہ ہندوستان کی کانگریسی حکومت نے امریکہ کے اس ترغیب پر زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا، حالانکہ امریکہ نے ہندوستان کی کانگریسی حکومت کو قائل کرنے کے لیے اپنی بھرپور قوت استعمال کی اور اپنے نائب صدر جوزیف بائیڈن کو اور پھر گزشتہ سال کے وسط میں وزیر خارجہ جان کیری کو اس مقصد کے لیے بھیجا، آسٹریلیا کو ہندوستان کے ساتھ شراکت پر مجبور کیا اور مراعات کے لیے پاکستان پر دباؤ ڈال کر اس کو ہندوستانی سرحد سے اپنی فوج ہٹانے پر مجبور کیا تا کہ انڈیا اپنی فوج چینی سرحد کی طرف منتقل کرے اور اس کی طرف توجہ دے۔ جارج بش نے مارچ 2006 میں کانگریس کے دور حکومت میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا اور ہندوستان کی مدد پر مبنی کئی معاہدات پر دستخط بھی کیے تھے، جس میں سول نیوکلیئر ڈیل بھی شامل تھی۔ اسی طرح اوباما نے نومبر 2010 میں ہندوستان کا دورہ کیا اور یہ سب ہندوستان کی کانگریسی حکومت پر اثر انداز ہو کر اس کو امریکی پالیسی کی طرف مائل کرنے کے لیے تھا، لیکن امریکہ اس پر اس قدر اثر انداز نہیں ہو سکا کہ اس کو خطے میں امریکی پالیسی پر گامزن کر سکے اور اپنی پالیسی نافذ کرنے کے لیے فعال شریک کار بنائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انڈین کانگریس پارٹی انگریز کی وفادار ہے اور امریکی پالیسیوں کی مخالف ہے.....2005 کے انتخابات کے موقعے پر کانگریس کا بیان اس کا غماز ہے جس میں کہا گیا تھا کہ "یہ افسوس ناک امر ہے کہ ہندوستان جیسا بڑا ملک اپنے تعلقات میں امریکہ کا دست نگر بن کر رہ گیا ہے اس حد تک کہ امریکی حکومت ہندوستان کی وفاداری پختہ قرار دیتی ہے، جس نے بی جے پی حکومت کو اپنی پالیسی میں امریکی پالیسی اور ترجیحات کے ضمن میں ہی رد و بدل کرنے پر مجبور کیا جس میں ہندوستان کی آزاد خارجہ پالیسی اور قومی سلامتی کو بھی خاطر خواہ اہمیت نہیں دی گئی تھی"۔

یوں امریکہ چین کے بارے میں اپنی پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کانگریس کو قائل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ امریکہ ہندوستانی فوجی قیادت کو بھی پاکستانی سرحد سے ہٹا کر چین پر توجہ مرکوز کرانے کے لیے قائل نہیں کر سکا۔ ہندوستانی فوج کی توجہ اندرونی سیکیورٹی، کشمیر اور پاکستان کی سرحد پر مرکوز ہے۔ ہندوستانی فوج کے سات کور اور اضافی تین بریگیڈ پاکستان کی سرحد کے ساتھ ہیں اور 80 فیصد مرکزی فرنٹ لائن اڈے بھی پاکستان کے خلاف ہیں۔

اب جب کہ مئی 2014 کے انتخابات میں جنتا پارٹی جیت گئی ہے جو نوے کی دہائی واجپائی کے زمانے سے ہی امریکہ کی وفادار ہے اس لیے امریکہ کے لیے ہندوستان کو چین کے سامنے لا کھڑا کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آگیا ہے، کیونکہ ہندوستان کو چین کے مد مقابل لانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کانگریس پارٹی کا حکومت میں ہونا تھا اب یہ رکاوٹ ختم ہو گئی ہے۔ اب امریکہ کے لیے اپنی وفادار بی جے پی کو اس بات پر قائل کرنا آسان ہے کہ فوج پاکستانی سرحد کی بجائے چین کی سرحد پر توجہ مرکوز کرے، خاص کر امریکہ بی جے پی کو یہ ضمانت دے رہا ہے کہ پاکستانی قیادت نے پاک فوج کا رخ شمالی علاقوں کی طرف موڑ دیا ہے اور ہندوستانی سرحد سے فوج اور اسلحہ کم کر چکا ہے، پاکستانی عسکری اور سیاسی قیادت کا امریکی مطالبات کے سامنے سرنگوں ہونا قابل ذکر ہے.....! یاد رہے کہ پاکستانی بری فوج بنیادی طور پر 13 کور پر مشتمل ہے جن میں سے نو ہندوستانی سرحد کے ساتھ ساتھ پھیلی ہوئی ہیں۔ مشرف اور کیانی کے دور سے شمالی علاقوں اور وادی سوات میں آپریشن کی وجہ سے اس فوج کے کچھ حصے کو ہندوستانی سرحد سے ادھر منتقل کیا گیا ہے۔

جنوری 2013 میں جرنیل کیانی نے ملک کے نئی ملٹری ڈاکٹرائن کا اعلان کر دیا جس کی بنیاد پر عسکری پوزیشن میں تبدیلی کی گئی اور اس بات کا تعین کیا گیا کہ ملک کی سیکیورٹی کو ہندوستان کے مقابلے میں اندرونی طور پر زیادہ خطرہ ہے یوں پاکستان نے اپنی توجہ کا مرکز ہندوستان کی سرحد کی بجائے افغانستان سے ملحقہ شمالی علاقوں کو بنایا۔ لیکن اس کے برعکس ہندوستان نے پاکستان کی طرح کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ وہ اب بھی پاکستان کو ہی اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے اور پاکستان کی سرحد سے فوج کو مکمل طور پر ہٹانے سے انکاری ہے۔

بہر حال اب پاکستان اور ہندوستان دونوں کی حکومتیں امریکی پالیسی پر عمل پیرا ہیں تو امریکہ پاکستان کو افغانستان اور شمالی علاقوں میں ہی مصروف رکھے گا جس کے نتیجے میں ہندوستان کے پاس پاکستانی سرحد کے ساتھ بہت بڑی فوج رکھنے کا جواز باقی نہیں رہے گا اور

اس سے ہندوستان کو چین پر توجہ مرکوز کرنے کا موقع ملے گا۔ اس لئے امریکہ سکیورٹی معاہدوں کے ذریعے ہندوستان کو جنگی سازوسامان دے گا خصوصاً ایک ایسے وقت میں جب بی جے پی کی صورت میں ایسی جماعت اقتدار میں آئی ہے جس کی ہمیشہ سے برصغیر میں پولیس مین کا کردار ادا کرنے کی خواہش رہی ہو۔ اس بات کی بھی توقع ہے کہ امریکہ ہندوستان کو اقتصادی معاہدات کی بھی پیش کش کرے گا جیسے ہندوستانی کمپنیوں میں سرمایہ کاری، ہندوستانی معیشت کی مدد کے لیے ٹیکنالوجی کی منتقلی۔ اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ بھارتیہ جنتا پارٹی اپنی قوت کا اظہار کرنے کے لیے جنوبی چین کے سمندر میں اپنی قوت بڑھائے گی۔

امریکہ اس بات کا اہتمام کر رہا ہے کہ اسٹریٹیجک تعاون کو مضبوط کر کے چین کے گرد گھیرا تنگ کیا جائے اور اس کی سرگرمیوں کو محدود کرنے کے لیے اس پر حاوی ہوا جائے اور ہندوستان کو چین کے مد مقابل ایک قوت کا روپ دیا جائے۔ خاص کر انتخابات میں بی جے پی کی بھاری اکثریت سے کامیابی کے نتیجے میں اس کی تن تنہا حکومت ہو گی جس سے امریکہ کے لیے ہندوستان کو چین کے خلاف متحرک کرنا بالخصوص مندرجہ ذیل میدانوں میں آسان ہو گا:

ا۔ تبت کے علاقے کی خود مختاری کے موضوع کو اچھالنے اور لداخ کے خطے کی حدود کے بارے میں چین اور ہندوستان کے درمیان موجود اختلافات کو ہوا دے کر.....

ب۔ تجارتی راستوں یعنی بحر چین سے گزرنے والے تجارتی راستوں کی سکیورٹی کے حوالے سے جو کہ 50 فیصد بین الاقوامی نقل وحمل کا ذریعہ ہیں۔

یہ سب وہ مسائل ہیں جن کے حل میں چین مشغول ہو سکتا ہے جس کے نتیجے میں وہ امریکی پالیسی کے مطابق اپنے ادرگرد علاقوں میں ہی محصور ہو کر رہے گا۔ ایسا لگ بھی رہا ہے کہ امریکہ مودی کو چین کے بارے میں متحرک کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ "مودی" نے فوج کے سابق سربراہ وی پی سنگھ کو شمالی مشرقی علاقوں کے سکیورٹی کے حالات کو بہتر کرنے کے لیے شمالی علاقوں کا وفاقی وزیر بنا دیا ہے جن کے بارے میں مودی نے کہا ہے کہ سابقہ حکومت کے دور میں چین کے ساتھ تعلقات اور یہاں امن وامان کی صورت حال خراب ہوئی ہے۔ سنگھ نے اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد گزشتہ جمعرات کو میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہا کہ "شمال مشرق کے علاقوں کی ترقی میری پہلی ترجیح ہو گی"۔ اس بات کی توقع ہے کہ سنگھ شمال مشرق میں چین کی سرحد کے ساتھ 80 ہزار سپاہیوں پر مشتمل فورس کے بنانے کے ہندوستانی منصوبے کو دوبارہ زندہ کرے گا۔

یوں امریکہ پاکستان کی طرف سے ہندوستانی سرحد کی حفاظت کی ضمانت کے بعد ہندوستان کو چین کے خلاف متحرک کرنے کے اپنے منصوبے پر کاربند ہے۔ پاکستانی قیادت نے پاک فوج کو افغان سرحد اور شمالی علاقوں میں اپنے مسلمان بھائیوں پر حملوں کے لیے منتقل کیا، بجائے اس کے کہ فوج کو کشمیر کو آزاد کرنے کے لیے متحرک کرتے جیسا کہ اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے دشمنوں کو اسلامی علاقوں میں بالادستی نہ دیں **(وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا)** "اور اللہ ہرگز مسلمانوں پر کافروں کو بالادستی نہیں دے گا" (النساء:141)۔

امریکہ اپنے جرائم، سازشوں اور ملکوں کو پامال کرنے میں تمام حدیں پار کر چکا ہے اور تمام استعماریوں کو پیچھے چھوڑ چکا ہے.....وہ اپنے استعماری مفادات کے لیے ہر جرم اور ہر سازش کا ارتکاب کر رہا ہے۔ وہ چین کے خلاف کھلی سازش کر رہا ہے، ہندوستان کے خلاف خفیہ سازش کر رہا ہے اور اس کو یہ باور کرا رہا ہے کہ خشکی اور سمندر میں چین کے مدمقابل آنا ہندوستان کے مفاد میں ہے۔ امداد اور اسٹریٹیجک معاہدوں کی آڑ میں اس کو دھوکے دے رہا ہے کیونکہ بالآخر اس سب کا نقصان ہندوستان کو ہو گا کیونکہ چین اس سے مادی اور فکری لحاظ سے طاقتور ہے.....اس کے باوجود چین اور بھارت میں کوئی قدر مشترک نہیں اگر دونوں ایک دوسرے سے دست وگریبان ہوتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ پاکستان اور افغانستان کی حکومتیں امریکی پالیسی پر عمل پیرا ہیں جو یہ ہے کہ پاکستان میں اور افغانستان میں مسلمان آپس میں ہی لڑیں.....اس سے بھی تعجب کی بات ہے کہ یہ دونوں ظالم حکومتیں اب بھی مسلمانوں کی گردنوں پر سوار ہیں! اس امت پر فرض ہے جس کو اللہ نے اسلام کے ذریعے عزت بخشی ہے کہ اس اسلام کو مضبوطی سے تھامے اور اس کے ذریعے حکمرانی کرے اور ان ظالم حکومتوں کو برطرف کرے اور ان کی جگہ اسلامی ریاست خلافت راشدہ کو قائم کرے جو امریکہ اور اس کی سازشوں کو پاوں تلے روندے گی، افغانستان، پاکستان اور تمام اسلامی ممالک کو اللہ کے بندے اور ایک دوسرے کا بھائی بنادے گی **(وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ)** "اور اس دن مؤمنین اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جس کی چاہتا مدد کرتا ہے اور وہی غالب اور رحیم ہے" (الروم:4-5)۔

13 شعبان 1435ھ　　11 جون 2014م

سوال اور جواب: 'سلطان متغلب'

سوال: بعض (سوشل میڈیا) کے صفحات پر کچھ اس قسم کے تبصرے دیکھنے کو ملے (**حزب التحریر نے خلافت قائم کرنے کے لیے ایک طریقہ "طلب نصرہ" مقرر کر رکھا ہے جس کی وہ پابند ہے اور اس کے علاوہ وہ کسی اور شرعی طریقے کو نہیں مانتی..... حالانکہ ایک اور طریقہ بھی موجود ہے جو کہ 'سلطان متغلب' (زبردستی اقتدار پر قبضہ کرنے والے) کا طریقہ ہے، یعنی وہ شخص جو قوت اور قتال سے ریاست قائم کرے..... کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حزب التحریر نے جماعتی تعصب کی وجہ سے البغدادی کے اعلان پر اعتراض کیا، حزب خلافت کو اس وقت تک شرعی نہیں سمجھتی جب تک وہ خود اس کو قائم نہ کرے.....**) کیا اس قسم کے اعتراضات کا کافی شافی جواب دینے کی زحمت کریں گے؟ اللہ آپ کو بہترین جزا دے۔

جواب:

1۔ خلافت کے قیام کے لیے شرعی طریقہ **حزب التحریر** نے متعین نہیں کیا ہے بلکہ یہ طریقہ شرع نے خود مقرر کر دیا ہے۔ اسلام کی دعوت کی ابتداء سے لے کر ریاست کے قیام تک رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے..... ریاست کے قیام سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ان اہل قوت وطاقت سے نصرہ طلب کی جو اپنے ارد گرد کے علاقوں کی صورت حال کے مطابق ریاست کے لوازمات کے حامل تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ طاقتور قبائل کے پاس جاتے، ان کو اسلام کی دعوت دیتے اور ان سے نصرہ طلب کرتے جیسا کہ ثقیف، بنی عامر، بنی شیبان اور انصار مدینہ سے نصرہ طلب کی جبکہ چھوٹے قبائل کو صرف اسلام کی دعوت دینے پر اکتفا کیا..... تمام تر مشکلات اور مشقتوں کا سامنا کرتے ہوئے بھی اس کام کو جاری رکھا اور مشقت کے باوجود کسی کام کو بار بار کرنا شرعاً اس کے فرض ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ اصول میں ہے..... یوں رسول اللہ ﷺ نے اہل قوت اور طاقت سے نصرہ طلب کرنے کو جاری رکھا۔ کسی قبیلے نے آپ ﷺ کے قدم مبارک لہو لہان کر دیے، کسی نے آپ ﷺ کو روکا اور کسی نے شرائط رکھیں۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے وحی کی وجہ سے اس پر ثابت قدم رہے اور اس طریقے کو تبدیل کر کے کوئی اور طریقہ نہیں اپنایا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اہل مکہ سے لڑنے کی اجازت نہیں دی یا ریاست قائم کرنے کی غرض سے کسی قبیلے سے لڑنے کا حکم نہیں دیا حالانکہ آپ ﷺ کے صحابہ زبردست بہادر اور جنگجو تھے اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کو لڑنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اہل قوت و طاقت سے نصرہ طلب کرنے کے کام کو ہی جاری رکھا یہاں تک کہ اللہ نے آپ ﷺ کو وہ انصار مہیا کر دیے جنہوں نے بیعت عقبہ ثانی میں آپ ﷺ کو بیعت دی۔ اس سے پہلے مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی اپنی اس مہم میں کامیاب ہو چکے تھے جس کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ نے ان کو سونپ دی تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے کچھ اہل قوت اور طاقت کو نصرت کی توفیق دینے کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے اذن سے اسلام کو مدینہ کے گھر گھر میں داخل کیا اور اسلام کے لیے رائے عامہ ہموار کی۔ یوں یہ رائے عامہ اور انصار کی جانب سے بیعت باہم مل گئے، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایک صاف شفاف بیعت اور اہل مدینہ کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کے پُر جوش استقبال سے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کر دی۔

ریاست قائم کرنے کا یہی وہ شرعی طریقہ ہے جس کی پیروی لازمی ہے کیونکہ افعال میں اصل شرع کی پابندی ہے۔ ایک مسلمان جب یہ چاہے کہ نماز کس طرح پڑھے تو اس کو چاہیے کہ نماز کے دلائل کو پڑھے، اگر جہاد کا ارادہ کرے تو جہاد کے دلائل کو پڑھے اور اگر ریاست قائم کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے قیام کے دلائل رسول اللہ ﷺ کے افعال میں پڑھے۔ ریاست قائم کرنے کے دلائل صرف رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر مبنی ہیں جس میں ان اہل قوت اور طاقت کو دعوت دینا شامل ہے جو اپنے ارد گرد کی صورت حال کے لحاظ ریاست کے لوازمات کے حامل تھے۔ ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے ان کی رضا اور اختیار سے نصرت اور بیعت طلب کی کیونکہ ان کے ہاں اور ان کے علاقے میں عام بیداری سے پیدا ہونے والی رائے عامہ پیدا کی جا چکی تھی.....

یوں خلافت قائم کرنے کا شرعی طریقہ اسلام میں واضح طور پر متعین ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ مذکورہ اعلان کرنے والوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس طریقے کی پیروی نہیں کی۔

2۔ رہی بات 'سلطان متغلب' (زبردستی بننے والے حکمران) کی جس کا ذکر فقہ کی بعض کتابوں میں ہے لیکن اس کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔ صرف سلطان متغلب کا رٹہ لگانا کافی نہیں بلکہ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ کب اور کس طرح شرعی طور پر ہوتا ہے اور کب اور کس طرح غیر شرعی ہوتا ہے بلکہ امت پر وبال ہوتا ہے!

بے شک سلطان متغلب مسلمانوں کا خون بہانے اور قہر و جبر اور زبردستی سے ان پر مسلط ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے اور شرعی طریقے کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے اس کی خلافت کا انعقاد ہی نہیں ہوتا.....

تاہم بعض فقہاء یہ سمجھتے ہیں کہ سلطان متغلب کی حکومت اس وقت شرعی ہو سکتی ہے جب اس کے اندر کچھ شرائط پائی جائیں جن میں سے نمایاں یہ ہیں:

ا۔ وہ ایسے ملک میں زبردستی حکمران بنے جس ملک کے اندر اپنے گردوپیش کے لحاظ سے ریاست کے لوازمات موجود ہوں، وہاں اس کی مستحکم حکومت قائم ہو اور وہاں خطے کے لحاظ سے داخلی اور خارجی طور پر امن و امان ہو۔

ب۔ اس ملک میں اسلام کو عدل اور احسان کے ساتھ نافذ کرے، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، لوگ اس سے محبت کریں اور اس سے راضی ہو جائیں۔

ج۔ اس ملک کے لوگ اپنی مرضی اور اختیار سے اس کو بیعت دیں، ان پر کوئی زبردستی اور جبر نہ کیا جائے۔ شرعی بیعت کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ بیعت اس ملک کے لوگ دیں سلطان متغلب کا اپنا ٹولہ نہیں کیونکہ اس قسم کی شرعی بیعت ہی رسول اللہ ﷺ کی اقتدا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مدینہ منورہ کے انصار سے ان کی رضامندی اور اختیار سے بیعت لی، اپنے مہاجر صحابہ سے نہیں لی اور بیعت عقبہ ثانی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

یوں سلطان متغلب گنہگار ہے اور اس کی حکمرانی بھی اس وقت تک شرعی نہیں جب تک اس کے اندر مندرجہ بالا تین شرائط نہ پائی جائیں۔ جب یہ تین شرائط پائی جائیں تب ہی سلطان متغلب رضامندی اور اختیار سے بیعت دیے جانے کے لمحے سے شرعی حکمران بنیں گے۔ یہ ہے سلطان متغلب کی حقیقت کہ شاید ذہین لوگ یہ ذہن نشین کر لیں..... اب یہ بات بھی واضح ہے کہ مذکورہ اعلان کرنے والے لوگوں نے ان تین شرائط کو پورا نہیں کیا بلکہ اپنے آپ کو اور اپنے اعلان کو ناحق طریقے سے مسلط کر دیا۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے صحیح شرعی طریقہ نہیں اپنایا حتیٰ کہ سلطان متغلب کا طریقہ بھی اختیار نہیں کیا..... بلکہ اس کے برعکس خلافت کا اعلان کر بیٹھے۔ ان کے اندر وہ شرائط ہی موجود نہیں تھیں اس لیے ان کے اعلان کا شرعاً کوئی وزن اور قیمت نہیں بلکہ یہ ایسا لغو (بیہودہ) ہے جیسا کہ تھا ہی نہیں اور وہ بدستور ایک مسلح تنظیم ہیں۔

3۔ رہی یہ بات کہ حزب صرف اس خلافت کو شرعی سمجھتی ہے جس کو وہ خود قائم کرے گی، یہ بات مکڑی کے جال سے بھی کمزور ہے! یہ وہ بات ہے جو شیطان بعض ایسے چھوٹے دل والے اور تنگ نظر لوگوں کے دل میں ڈالتا ہے جو بصارت اور بصیرت سے محروم ہیں..... حزب جو چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ خلافت صاف شفاف اور غیر مشکوک طریقے سے قائم ہو۔ ہماری مثال "بچے کی ماں" کی ہے اس لیے ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ یہ بچہ قتل یا بے راہ نہ ہو..... بلکہ بچہ صحت مند، توانا ہو، اس کی اچھی دیکھ بھال ہو اور وہ توجہ کا مرکز بنے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ اس بچے کی پرورش کون کرے..... ہم چاہتے ہیں کہ خلافت شایان شان طریقے سے کماحقہ قائم ہو۔ اس کی اتھارٹی عظیم الشان ہو۔ وہ داخلی طور پر اسلام کو شاندار طریقے سے نافذ کرے اور دعوت اور جہاد کے ذریعے اس کو دنیا کے سامنے پیش کرے، تب ہی یہ وہ خلافت راشدہ علی منہاج النبوۃ ہو گی جس کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی ہے اور وہ جابرانہ حکومتوں کو ختم کر دے گی..... جو بھی اس کو قائم کرے گا اس کو قائم کرنے کا حق ادا کرے گا خواہ وہ لوگ ہم ہوں یا کوئی اور جن کی بات سنی جائے گی اور ان کی اطاعت کی جائے گی، تب اللہ کے اذن سے زمین اپنے خزانے اُگل دے گی اور آسمان اپنے خیر کو اتارے گا۔ اس دن اہل اسلام عزت مند ہوں گے اور اہل کفر ذلیل، اور اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے.....

ہم خلافت کے بارے میں یہی چاہتے ہیں کہ وہ اس طرح مبارک اور پاک صاف قائم ہو جیسا کہ رسول ﷺ نے اس کو قائم کیا تھا اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم نے آپ ﷺ کی پیروی کی تھی..... ایسی خلافت جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مؤمنین راضی ہوں، جس سے مسلمانوں کے دل سرور سے لبریز ہوں اور ان کے سر فخر سے بلند ہوں..... نہ کہ برائے نام کسی مشکوک خلافت کا اعلان ہو اور وہ بھی مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہو۔

یقیناً اس بات سے ہمیں تکلیف پہنچی کہ خلافت ایسی ہوتی ہے جس سے دنیا کانپ اٹھتی ہے کفار اور استعماریوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے لیکن اس واقعے سے ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس سے خلافت کی شان میں گستاخی ہوئی بلکہ وہ بے وقعت چیز لگنے لگی۔ اس اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے امریکہ کہتا ہے کہ "یہ کوئی بڑی بات نہیں" جبکہ خلافت کے اعلان پر تو اس کو خون کے آنسو رونا چاہیے تھا..... اس بات نے بھی ہمیں دکھ پہنچایا کہ وہ لوگ جن کی نظروں میں خلافت ایک عظیم الشان چیز تھی ایک معمولی چیز لگنے لگی اور اس اعلان کو انہوں نے ایک فضول واویلا سمجھا.....

حزب اسلام کا ایک امانت دار پہرہ دار ہے اور یہ اللہ کے معاملے میں کسی کو اہمیت نہیں دیتی۔ یہ ہر اچھے کام کرنے والے سے کہتی ہے کہ تم نے اچھا کیا اور برے کام کرنے والے سے کہتی ہے کہ تم نے برا کیا۔ یہ اس کے پیچھے کوئی جماعتی مفاد نہیں ڈھونڈتی نہ ہی فانی دنیا کی کسی متاع کی طلبگار ہے بلکہ ہم تو اس دنیا ومافیھا کو ایسا ہی دیکھتے ہیں جیسا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو ترمذی نے روایت کی ہے کہ: «مَا لِي وَلِلدُّنْيَا، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا» "میرا دنیا سے کیا لینا

بقیہ صفحہ 27 پر

سوال وجواب: خلافت کے قیام کا اعلان

تمام بھائیوں اور بہنوں کی جانب جنہوں نے ایک تنظیم کی جانب سے ریاست خلافت کے قیام سے متعلق سوال پوچھا اور آپ سب کے نام نہ لکھنے پر میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ ایک لمبی فہرست بن رہی ہے۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبراکاتہ

ہم پہلے بھی ایک مناسب جواب بھیج چکے ہیں اور میں ایک بار پھر یہ کہتاہوں:

عزیز بھائیو اور بہنوں،

1- کسی بھی گروہ کے لئے، جس نے کسی جگہ خلافت کے قیام کا اعلان کرنا ہے، یہ ضروری ہے کہ وہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار کی پیروی کرے، اوراس منہج کے مطابق اس گروہ کے لئے اس جگہ پر واضح نظر آنے والا اختیار ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اس جگہ پر اندرونی اور بیرونی سلامتی کو برقرار رکھ سکے اور جس جگہ خلافت کا اعلان کیا جا رہا ہو اس جگہ میں وہ تمام خصوصیات ہونا ضروری ہیں جو کسی بھی ایک ریاست میں موجود ہوتی ہیں --- جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست قائم کی تو انہوں نے مندرجہ ذیل صلاحیتیں حاصل کیں: اتھارٹی رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی اور اندرونی و بیرونی سلامتی مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اور جو کچھ ایک ریاست میں ہونا چاہیے وہ مدینہ اور اس کے آس پاس کے علاقے میں موجود تھا۔

2- جس گروہ نے خلافت کے قیام کا اعلان کیا ہے نہ تو اس کے پاس اتھارٹی ہے، چاہے عراق ہو یا شام اور نہ ہی ان کے پاس یہ صلاحیت ہے کہ وہ اندرونی و بیرونی سلامتی کو برقرار رکھ سکیں۔ انہوں نے ایک ایسے شخص کو بیعت دی ہے جو کھل کر عوام کے سامنے بھی نہیں آسکتا بلکہ اس کی صورت حال اب بھی خفیہ ہے جیسا کہ ریاست کے قیام کے اعلان سے قبل تھی اور یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے عمل سے متناقض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو ریاست کے قیام سے قبل غار ثور میں چھپنے کی اجازت تھی لیکن ریاست کے قیام کے بعد انہوں نے لوگوں کے امور کی دیکھ بھال سنبھال لی، افواج کی قیادت کی، مقدمات میں فیصلے سنائے اپنے سفیر بھیجے اور دوسروں کے سفیر قبول کیے اور یہ سب کھلے عام، عوام کے سامنے تھا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی صورتحال ریاست کے قیام سے قبل اور بعد میں بالکل مختلف تھی--- اسی لیے اس گروہ کی جانب سے ریاست کے قیام کا اعلان محض ایک جذباتی نعرہ ہے جس میں کوئی وزن نہیں ہے۔ یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسا کہ اس سے قبل بھی لوگ محض اپنی تسکین کے لئے بغیر کسی جواز اور وزن کے ریاست کے قیام کا اعلان کر چکے ہیں-- توکچھ تو وہ ہیں جنہوں نے خود کو خلیفہ کہلوایا اور کچھ نے خود کو مہدی کہلوایا جبکہ ان کے پاس نہ تو کوئی طاقت و اختیار تھا اور نہ ہی کوئی امن و سلامتی قائم کرنے کی صلاحیت---

3- ریاست خلافت کی ایک شان و شوکت ہے، اور شریعت نے اس کے قیام کا ایک منہج بتایا ہے اور وہ طریقہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح حکمرانی، سیاست، معیشت اور بین الاقوامی تعلقات کے احکامات اخذ کیے جاتے ہیں---اور خلافت کے قیام کا اعلان محض نام کا اعلان نہیں ہوگا جس کو ویب سائٹ یا پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر جاری کر دیا جائے بلکہ وہ ایک ایسا واقعہ ہو گا جو پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دے گا اور اس کی بنیادیں مضبوط اور زمین میں پیوست ہوں گی، اس کا اختیار اس جگہ پر اندرونی و بیرونی امن و سلامتی کو قائم اور برقرار رکھے گا اور وہ اس سرزمین پر اسلام کو نافذ کرے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے کر جائے گی۔

4- یہ جو اعلان کیا گیا ہے محض الفاظ ہیں، جو اس گروہ کی حقیقت کو نہ تو بڑھا سکیں گے اور نہ ہی گھٹا سکیں گے۔ یہ گروہ دراصل اس اعلان سے قبل ایک مسلح تحریک تھا اور ریاست کے قیام کے اعلان کے بعد بھی ایک مسلح تحریک ہی ہے۔ اس کی حقیقت ان مسلح گروہوں کی سی ہے جو ایک دوسرے کے خلاف اور حکومتوں کے خلاف مسلح جدوجہد کرتے ہیں جبکہ ان میں سے کسی کے پاس یہ صلاحیت موجود نہیں کہ وہ شام یا عراق یا دونوں جگہ اتھارٹی حاصل کر سکیں۔ اگر ان میں کوئی بھی گروہ، جس میں ISIS بھی شامل ہے، دراصل کسی مناسب مقام پر اپنے اختیار کو قائم کر سکے، جہاں ریاست کے لیے درکار لوازمات موجود ہوں اور پھر خلافت کا اعلان کرے اور اسلام کو نافذ کرے تو ایسے معاملے کا مطالعہ کرنا ضروری ہوتا کہ آیا خلافت شرعی احکامات کے مطابق حقیقتاً قائم ہو گئی ہے یا نہیں؟ اور پھر اس معاملے کی چھان بین(پیروی) کی جاتی کیونکہ خلافت کو قائم کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے نہ کہ صرف حزب التحریر پر، لہٰذا جو کوئی خلافت قائم کرتا تو پھر اس کی چھان بین کی جاتی---لیکن اس وقت معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ تمام مسلح تحریکیں بشمول ISIS، کسی کے پاس بھی زمین کے کسی ٹکڑے پر نہ تو

کوئی اختیار ہے اور نہ اس زمین پر کوئی امن و سلامتی قائم کرنے کی صلاحیت ہے۔ لہٰذا ISIS کی جانب سے خلافت کے قیام کا اعلان محض ایک نعرہ ہے جس کی اتنی بھی وقعت نہیں کہ اس کی حقیقت کی چھان بین بھی کی جائے اور دیکھنے والی آنکھ کے لئے یہ بالکل واضح ہے۔

5- لیکن جس چیز کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا جانا ضروری ہے وہ اس اعلان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے منفی نتائج ہیں جو عام اور سادے لوگوں میں خلافت کے حوالے سے پیدا ہوں گے۔ خلافت کی اہمیت ان کی نظر میں کم ہو جائے گی اور اس کی شان و شوکت کا تصور مسلمانوں کے اذہان میں گھٹ جائے گا کہ جیسے یہ ایک کمزور تصور ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک شخص مایوسی کے عالم میں کسی گاؤں یا بیچ چوراہے میں کھڑے ہو کر اپنی مایوسی نکالنے کے لیے اعلان کر دے کہ وہ خلیفہ ہے اور پھر چلتا بنے یہ سوچتے ہوئے کہ اس نے جو کیا اس میں بڑی بھلائی تھی! ایسا کرنے سے خلافت کی اہمیت کم ہو جائے گی اور اس کی عظمت عام مسلمانوں کے دلوں سے ختم ہو جائے گی اور پھر یہ ایک خوبصورت لفظ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھے گی کہ جس کو فخر سے بولا تو جائے لیکن اس میں کوئی مادہ موجود نہ ہو۔۔۔ یہ وہ معاملہ ہے جس کا مشاہدہ کیا جانا ضروری ہے خصوصاً ایک ایسے وقت میں جب کہ خلافت کا قیام کسی بھی گزرے وقت سے زیادہ قریب آچکا ہے اور مسلمان اس کا انتظار بے چینی سے کر رہے ہیں اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ حزب التحریر رسول اللہ ﷺ کے اس طریقے پر بڑھتی چلی جارہی ہے جس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں اسلامی ریاست قائم فرمائی تھی۔۔ اور امت حزب کے اعمال کا اور مسلمانوں کے حزب کے پیغام کو گلے لگانے کا براہ راست مشاہدہ کر رہی ہے۔ مسلمان حزب کے ان اعمال کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اسلامی اخوت کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کامیابی کے ساتھ حزب کے ہاتھوں قائم ہونے والی خلافت کے قیام پر اور لوگوں کے معاملات کی عمدہ دیکھ بھال کرنے پر خوشی کا اظہار کریں گے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار پر چلنے والی خلافت راشدہ ہو گی۔۔۔ اور یہ ہے وہ وقت جب یہ اعلان کیا جاتا ہے تاکہ خلافت کے متعلق عام لوگوں میں یہ تصور عام کیا جائے کہ جیسے وہ ایک پولیس سٹیٹ ہو گی۔۔۔

6- یہ تمام باتیں ایک سوال کو جنم دیتی ہیں بلکہ کئی سوالات کو جنم دیتی ہیں۔۔۔ اس اعلان کا وقت جبکہ یہ اعلان کرنے والے کوئی اتھارٹی نہیں رکھتے جس کے ذریعے وہ اندرونی اور بیرونی امن اور سلامتی کو برقرار رکھ سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے فیس بوک اور میڈیا پر محض اعلان ہی کیا ہے۔۔۔ اس وقت کا چناؤ شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے اور خاص طور پر اس لیے بھی کہ یہ مسلح گروہ کسی فکری بنیاد اور ڈھانچے پر قائم نہیں ہوتے جس کی وجہ سے مشرق و مغرب کے شیاطین کا ان میں داخل ہو جانا آسان ہے اور یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ مغرب اور مشرق اسلام سے نفرت کرتے ہیں اور اسلام اور خلافت کے خلاف منصوبے بناتے ہیں اور وہ اس کے تصور کو بگاڑ دینا چاہتے ہیں کیونکہ وہ اس کا نام مٹانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ لہٰذا وہ اس بات کو یقینی بنانا چاہتے ہیں کہ خلافت محض ایک نام ہی رہ جائے جس کے تصور میں کوئی وزن نہ ہو۔ لہٰذا وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ واقعہ جو ایک عظیم واقعہ ہوتا اور جس کے نتیجے میں کفار حواس باختہ ہو کر رہ جاتے، اس کا علان ہمارے دشمنوں کے لیے ایک مذاق بن کر رہ جائے۔

7- اس بات کے ساتھ ساتھ جو یہ شیاطین کر رہے ہیں، ہم مشرق اور مغرب میں موجود اسلام کے دشمنوں اور ان کے ایجنٹوں اور ان کے پیروکاروں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ وہ خلافت آج بھی معروف ہے جس نے صدیوں تک دنیا کی قیادت کی، اور ان کی تمام ترچالوں اور سازشوں کے باوجود ناقابلِ تسخیر ہو گی۔ **(وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ)** " اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا صرف اللہ ہی ہے" (الانفال:30)۔

اللہ نے ہمیں خلافت کے قیام کے لئے ایک مضبوط جماعت سے نوازا ہے جس میں ایسے مرد و خواتین شامل ہیں جنہیں کوئی دنیاوی کام اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتا، انہوں نے خلافت کے تصور کو اپنے دل و دماغ سے قبول کیا ہے، اس کے لیے جس چیز کی ضرورت ہے یہ اس کی تیاری کرتے ہیں اور اسلام سے احکامات اور آئین کو اخذ کرتے ہیں جس میں حکمرانی اور انتظامی ڈھانچہ بھی شامل ہے۔ وہ اس کے حصول کے لیے عین رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار کے مطابق آگے بڑھ رہے ہیں۔۔۔ اللہ کے حکم سے وہ ایک ایسی ڈھال ہیں جو کسی بھی غیر اسلامی فکر اور عمل کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں۔ یہ وہ پتھر ہیں جس پر کفار اور ان کے ایجنٹوں کی سازشیں تباہ برباد ہو جاتی ہیں، اللہ کی دی ہوئی طاقت کی بدولت وہ ایسے باعلم سیاست دان ہیں جو اللہ کی مدد و نصرت سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے منصوبوں کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں اور ان کے منصوبوں کو ان ہی پر الٹ دیتے ہیں، **(وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ)** "اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر کرنے والوں ہی پر پڑتا ہے" (فاطر:43)۔

اے میرے عزیز بھائیو،

خلافت کا معاملہ عظیم اور بہت بڑا ہے اور اس کا قیام دھوکہ دینے والے میڈیا میں محض ایک خبر نہیں ہو گی بلکہ اللہ کے حکم سے اس کا قیام ایک ایسا زلزلہ ہو گا جو بین الاقوامی آرڈر کو ہلا کر رکھ دے گا اور وہ تاریخ کے دھارے کا رخ ہی تبدیل کر دے گا۔۔۔ اور خلافت رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار کے مطابق ہی قائم ہو گی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اور جو اس کو قائم کریں گے وہ ویسے ہی ہوں گے جنہوں نے پہلی خلافت راشدہ قائم کی تھی۔ امت ان سے محبت کرے گی اور وہ امت سے محبت کریں گے، امت ان کے لیے دعا کرے گی اور وہ امت کے لیے دعا کریں گے، امت ان سے مل کر خوش ہو گی اور وہ امت سے مل کر خوش ہوں گے نہ کہ امت اپنے درمیان ان کے وجود کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گی۔۔ ایسے ہوں گے وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار کے مطابق آنے والی خلافت کو قائم کریں گے۔ اللہ یہ سعادت انہی کو دے گا جو اس کے حق دار ہوں گے اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم ان لوگوں میں سے ہوں، اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس کو قائم کرنے کی قوت عطا فرمائے، **(فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ)** "تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ"(التوبۃ:111)۔

اللہ سے بالکل بھی ناامید مت ہوں، اللہ آپ کی کسی بھی کوشش کو ضائع نہیں کرے گا اور جو دعا آپ اس سے کرتے ہیں اس کو رد نہیں کرے گا اور نہ ہی اس امید کو رد کرے گا جس کی آپ کو اللہ سے توقع ہے۔ لہٰذا اپنی کوششوں کو بڑھا کر ہماری مدد کریں تا کہ اللہ کے سامنے آپ میں موجود خیر ثابت ہو جائے اور اللہ آپ میں موجود خیر کو مزید بڑھا دے گا اور اس سنجیدہ کام میں محض نعروں اور باتوں کی وجہ سے کسی قسم کی سستی نہ برتیں۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا بھائی

3رمضان 1435 ہجری

یکم جولائی 2014

میں دعا کرتا ہوں کہ یہ جواب کافی ہو گا۔ اللہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے اور آپ کی مدد فرمائے اور اللہ ہم سب کی صحیح منزل کی جانب رہنمائی فرمائے۔

آپ کا بھائی

عطا بن خلیل ابو الرشتہ

4رمضان 1435 ہجری

2جولائی 2014

بقیہ صفحہ 24 سے

دینا، میں دنیا میں بس ایسا ہی ہوں جیسا کہ ایک سوار ایک درخت کے سائے تلے ستاتا ہے پھر وہاں سے چل پڑتا ہے" حزب کے نزدیک دنیا وہی تھوڑا سا لمحہ ہے، جتنی دیر میں وہ اس درخت کے سائے میں بیٹھتی ہے جب وہ اس درخت کے نیچے ٹھہرتی ہے، اس لمحے کو وہ خلافت کے کماحقہ قیام کے ذریعے شرعی احکامات کی تنفیذ کے لئے تندہی سے صالح اور صادق عمل میں مگن رہتی ہے جو صرف اللہ القوی العزیز کے اذن سے ہو گا۔

4۔ آخر میں ***حزب التحریر*** جس نے ساٹھ (60) سال سے زیادہ عرصہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد میں گزارا ہے اور اس کی راہ میں سالہا سال ظالموں کے عقوبت خانوں میں کاٹے ہیں، تعاقب اور ظلم وستم کا سامنا کیا ہے، طاغوت کی طرف سے دیے جانے والا عذاب برداشت کیا ہے جس میں حزب کے بہت سارے شباب نے جام شہادت نوش کیا اور بہت سارے اذیتوں سے دوچار ہوئے..... اب بھی حزب شدید ترین تشدد کے باوجود ثابت قدمی سے حق پر قائم اور نبوی طریقے پر گامزن ہے..... **کیا کوئی ایسی جماعت جس کا یہ حال ہے آپ کا کیا خیال ہے کہ کسی جماعت کی جانب سے کماحقہ خلافت قائم کرنے پر اعتراض کرے گی، خواہ اس کو حزب قائم کرے یا کوئی اور.....؟ حزب کبھی اعتراض نہیں کرے گی بلکہ سجدہ شکر بجا لائے گی..... لیکن ساتھ ہی حزب خلافت کے نام کو ناحق استعمال کرنے والوں، اس کو مشکوک بنانے والوں اور اس کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف مورچہ زن بھی ہے۔** اللہ کے اذن سے حزب ہمیشہ خلافت کے خلاف تمام سازش کرنے والوں، اس کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے والوں اور اس کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے سامنے مضبوط چٹان ثابت ہو گی اور ان شاء اللہ خلافت ایسے لوگوں کے ہاتھوں قائم ہو گی جنہیں تجارت اور لین دین اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتا۔ وہ ایسے جوان مرد ہوں گے جو اس کے حقدار اور اہل ہیں، یوں خلافت کی صبح ایک بار پھر طلوع ہو گی **(وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ *بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ)** "اور اُس دن مؤمنین اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب اور رحم کرنے والا ہے"

14رمضان 1435ھ

12جولائی 2014

اے مسلم ممالک کی افواج اور بالخصوص عرب ممالک کی افواج!

یہودیوں کے جرائم پر تمہاری رگوں میں خون کیوں نہیں کھولتا کہ تم فلسطین کے مسلمانوں کی مدد کرو؟

مسلسل چھ دن سے، غاصب یہودی، اہل غزہ پر طرح طرح کا تباہ کن اسلحہ برسا رہے ہیں، جس سے انسان تو کیا پتھر اور درخت تک محفوظ نہیں....یہودی غزہ کے مکینوں کی چھتیں انہی پر گرا رہے ہیں اور جو ان گھروں کے ملبے تلے سے زندہ نکل کر گاڑی میں یا پیدل بچنے کی کوشش کرتا ہے ،میزائل اس کے تعاقب میں آ گرتا ہے.... ان کے جرائم کا دائرہ مساجد اور معذور افراد کی دیکھ بھال کرنے کے مراکز تک پھیل چکا ہے۔ یہ جرائم بڑھتے جا رہے ہیں جبکہ وہ ممالک جو فلسطین کے گرد موجود ہیں مقتولین اور زخمیوں کی گنتی کرنے میں مصروف ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں کردار ان کا ہے جنھوں نے زخمیوں کیلئے گزر گاہیں کھول دی ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے وہ کہہ رہے ہوں کہ اگر کوئی غزہ کے محاصرے سے باہر آنا چاہتا ہے تو اسے بری طرح زخمی ہونا پڑے گا۔ایسے جیسے کم زخمی ہونا تک کافی نہیں....اگر آپ کا خون بہہ رہا ہے تو آیئے خوش آمدید!!! پھر یہ حکمران عطیات دینے میں مشغول نظر آتے ہیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قتل کا نشانہ بننے والے کو کھانا دینے سے پہلے اسے قتل سے بچانے والے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ پھر یہ حکمران ثالث اور غیر جانبدار بن جاتے ہیں اور دونوں طرف سے امیدیں لگاتے ہیں اور دونوں طرف جھکے جاتے ہیں۔ جب یہودی ریاست اہل غزہ کے خون سے خوب سیراب ہو جاتی ہے تب یہ امن و امان قائم کرنے کے لئے ثالثی کرنے لگتے ہیں۔ امن وامان کی صورتحال، جس کو یہودی ریاست آرام کے ایک وقفے کی نظر سے دیکھتی ہے ، کچھ دیر تک برقرار رہتی ہے ...پھر وہ اس کے پرخچے اُڑا کر ظلم وستم کا ایک اور دور شروع کر دیتے ہیں اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا ہے !اس سب کے باوجود آس پاس کے عرب حکمران غیر جانبداری کا راگ الاپتے رہتے ہیں تاکہ مغرب اور یہودیوں کی خوشنودی حاصل کریں۔ ان حکمرانوں کو نہ تو اللہ سے کوئی شرم آتی ہے اور نہ ہی اس کے رسول ﷺ اور مومنین سے۔

> حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ صرف یہودی وجود کا خاتمہ کر کے ہی حل ہو گا اور یہ معاملہ واضح ہے کہ دشمن کو مغلوب کرنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے لئے افواج کی ضرورت ہے کہ جب وہ حرکت میں آئیں گی تو یہودی ہل کے رہ جائیں گے

یہ کوئی انہونی بات نہیں کہ ان ریاستوں کے حکمران دستبرداری اور ذلت کا رویہ اپناتے ہیں کیونکہ جب سے امت کا ان کے ساتھ واسطہ پڑا ہے یہی ان کی عادت رہی ہے۔ تعجب تو ان افواج پر ہے جو اپنے دین اور امت کی نصرت کے لئے اسلحہ اٹھائے پھرتے ہیں پھر وہ کیسے اپنے بھائیوں اور بہنوں پر اس وحشیانہ بمباری کو دیکھنا یا سننا گوارا کر لیتے ہیں۔ ان کے بہن بھائی لہولہان ہو کر مدد کے لئے پکارتے ہیں مگر ان کی پکار پر کوئی لبیک کہنے والا نظر نہیں آتا! لیکن اگر یہ حکمران ان حالات کو نظر انداز کر رہے ہیں اور افواج حرکت میں نہیں آ رہیں تو ان افواج میں موجود فوجیوں کے والدین، بھائی اور بیٹے کہاں ہیں؟ تم ان کو اللہ کے راستے میں قتال کی ترغیب کیوں نہیں دیتے ہو؟ تاکہ وہ ان بندوں کی مدد کریں اور ان علاقوں کو آزاد کرائیں، تاکہ تم اور تمہارے بیٹے جہاد کی بدولت اللہ تعالی کی نعمت اور مہربانی کو حاصل کریں۔ جہاد ہی اسلام کے پہاڑ کا بلند ترین حصہ ہے....پس ان کے اندر قوت اور تقویٰ پیدا کرو اور ان کو اس بات پر تیار کرو کہ وہ ان مسلمانوں کی نصرت کریں جو یہودی جرائم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں ، **وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ** "اگر دین کی وجہ سے تم سے کوئی مدد مانگے تو تم پر ان کی مدد واجب ہے "(الانفال: 72)۔ ان کو اس بات پر تیار کرو کہ وہ ظلم اور ناانصافی پر خاموشی اختیار نہ کریں اور حکمرانوں کے مظالم اور اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے ساتھ ان کی خیانت کا انکار کریں اور وہ گناہ کے کاموں میں اطاعت نہ کریں۔ ایسا کر کے آپ ان کو دنیا میں رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا سکتے ہو۔

اے مسلم ممالک بالخصوص عرب ممالک کی افواج! کیا تمہارے اندر ایک بھی ایسا باشعور آدمی نہیں جو غزہ کی نصرت کے لئے فوج میں سے اپنے بھائیوں کی قیادت کرے جس کی بدولت اس کی ایسی تاریخ رقم کی جائے گی جو اس کے لئے دنیا وآخرت میں سرخروئی کا باعث ہو گی؟ کیا کوئی ایک بھی تمہارے اندر ایسا نہیں جو مسلم افواج کے عظیم قائدین کی یاد تازہ کرے جو ایک عورت کو چھڑوانے کے لئے شیروں کی طرح جھپٹ پڑتے اور کہتے : یَا خَیلَ اللہِ اِرکَبِی ...."اے اللہ کے شہسوارو سوار ہو جاؤ"۔

یہ بات ایک کھلی حقیقت ہے کہ حکمرانوں کی یہ کوشش ہے کہ وہ تمہیں دشمنوں کے ساتھ لڑائی سے روکیں بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے لوگوں کو تحفظ فراہم کرنے کی بجائے انہیں قتل کرو.... مگر ان حکمرانوں کی حفاظت کون کرتا ہے؟ کیا وہ تم لوگ نہیں ہو؟ ان حکمرانوں کا اختیار تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اگر تم ان کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور اپنے لوگوں کی نصرت اور قتال فی سبیل اللہ کے لئے چل پڑو تو تم کامیاب ہو گے اور ان حکمرانوں کی نافرمانی کرکے ہی فلاح پاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لاَ طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ**"اللہ کی معصیت (نافرمانی) میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاتی "(رواہ احمد والطبرانی)۔ تو کوئی ایسا باشعور شخص تمہارے اندر موجود ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو نصرت دے؟ تمہارے اندر مصعب بن عمیر، اسعد بن زرارہ، اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جیسا کوئی ہے جنہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو نصرت فراہم کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی سے نوازا اور پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر رحمٰن کا عرش حرکت میں آیا۔ یہ عزت اس لئے ملی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین کی نصرت کی تھی ۔أخرج البخاري عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: « اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ»؟ بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: "سعد بن معاذ کی موت پر عرش ہل گیا تھا"۔ تم میں سے کوئی بھی ایسا باشعور نہیں جو ان لوگوں کی سیرت پر چل کر خلافت قائم کرے اور خلیفہ مقرر کرے جو تمہیں دشمن سے لڑنے سے روکنے کی بجائے خود دشمن سے لڑنے میں تمہاری قیادت کرے گا کیونکہ امام کی قیادت میں ہی لڑا جاتا ہے۔ مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا، **اِ نَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ، يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ، وَيُتَّقَى بِهِ** "بے شک امام ڈھال ہے، جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے تحفظ حاصل کیا جاتا ہے"۔ یقیناً امام ہی کی قیادت اور سربراہی میں یہود کے قبضے کا خاتمہ کیا جائے گا اور فلسطین کی مبارک سرزمین مکمل طور پر اسلامی دیار کی طرف لوٹا دی جائے گی..... خلیفہ، امیر المومنین حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کو زندہ کرے گا جنہوں نے القدس اور اس کے آس پاس کی بابرکت سرزمین کو فتح کیا، اور خلیفہ، صلاح الدین ایوبی کی سیرت کو زندہ کرے گا جنہوں نے القدس کو صلیبیوں سے آزاد کروایا اور وہ عبد الحمید کی سیرت کو زندہ کرے گا جنہوں نے القدس کی حفاظت کی اور یہودیوں پر واضح کیا کہ یہ سرزمین اُن کے نزدیک اُن کی جان اور مال سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ خلافت کو قائم کرنے کے لئے آسمان سے فرشتے نہیں اتریں گے جو یہود کے قبضے کے خاتمے اور فلسطین کی آزادی کے لئے ہمارے لشکر کی قیادت کریں۔ ہاں اس صورت میں اللہ تعالیٰ ہماری مدد کے لئے فرشتے نازل کرے گا جب ہم دل سے اور صدق واخلاص کے ساتھ زمین پر دوبارہ اسلامی زندگی کو واپس لانے اور خلافت کے قیام کے لئے عمل کریں گے، تبھی یہود سے قتال اور اللہ کے دین کی نصرت کے لئے لشکر روانہ ہوں گے اور تبھی ملائکہ کا نزول ہو گا جو ہمارے معاون ہوں گے۔ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے: **بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ** "ہاں بلکہ اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ لوگ اپنے اسی ریلے میں اچانک تم تک پہنچ جائیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج دے گا جنہوں نے اپنی پہچان نمایاں کی ہو گی "(آل عمران:125)۔ پس جب ہم صبر کریں گے اور تقویٰ اختیار کریں گے اور قتال کرتے ہوئے دشمن کے ساتھ ہماری مڈبھیڑ ہو گی تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہزاروں فرشتوں کے ساتھ ہماری مدد کرے گا... یہی غزہ بلکہ دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کی مدد کا طریقہ ہے، درحقیقت اسی کے لئے کام کرنا چاہئے۔

اے مسلمانو! اے مسلم ممالک بالخصوص عرب ممالک کی افواج! غزہ کے اندر یہودی جرائم مسلسل جاری ہیں اور حکمرانوں نے اہل غزہ کی مدد کرنے کی بجائے مجرمانہ خاموشی اختیار کی ہوئی ہے اور اب تو وہ شاید روایتی مذمت کے الفاظ بھی اپنی زبانوں پر لانا نہیں چاہتے اور اگر مذمت کرتے بھی ہیں تو شرم کے مارے ...اور اس کے باوجود غزہ کے لوگ ایسے کارنامے سرانجام دے رہے ہیں کہ وہ علاقائی طور پر کار آمد اسلحہ خود ہی بناتے ہیں جس نے دشمن کے ہوش اڑا دئے ہیں، اور ان کے دل دہل گئے ہیں..... مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ صرف یہودی وجود کا خاتمہ کرکے ہی حل ہو گا اور یہ معاملہ واضح ہے کہ دشمن کو

مغلوب کرنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے لئے افواج کی ضرورت ہے کہ جب وہ حرکت میں آئیں گی تو یہودی ہل کے رہ جائیں گے..... حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی پشت پناہی کرنے والے استعماری کفار اور ایجنٹ حکمران مسئلہ فلسطین کو امت مسلمہ کے مسئلہ سے گھٹا کر عرب مسئلہ کی طرف اور رفتہ رفتہ فلسطینی قومی مسئلہ کی طرف لانے میں کامیاب ہوگئے بلکہ اس کو آدھا کر دیا ہے! جس سے ہر دیکھنے والے کے نزدیک اب یہ واضح ہوگیا ہے کہ فلسطین مکمل طور پر اس وقت ہی آزادی حاصل کرے گا جب یہ مسئلہ ایک دفعہ پھر ایک اسلامی مسئلہ کی شکل اختیار کرے، اور مشرق بعید میں انڈونیشیا سے لے کر مغرب میں مراکش کے دارالحکومت رباط تک ہر مسلمان خواہ عام شہری ہو یا فوجی اس کو اپنا مسئلہ سمجھے اور وہ یہ جان لے کہ فلسطین کوئی دوست یا برادر ملک نہیں بلکہ یہ ہماری اپنی جان ،اپنی سرزمین، عزت اور ایک ذمہ داری ہے... کیونکہ مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ رسول اللہ ﷺ **إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى** "جب اس کے کسی عضو میں درد ہو تو باقی جسم اس کی وجہ سے جاگتا اور بے قرار ہتا ہے اور بیماری میں مبتلاء رہتا ہے" (مسلم عن نعمان بن بشیر)۔

اے مسلم ممالک بالخصوص عرب ممالک کی افواج!

حزب التحریر تمہیں پکارتی ہے اور تمہارے عزائم کو بیدار کرتی ہے۔ یہ مبارک سرزمین تو مسلم ممالک کے درمیان موتی کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ یہیں سے ان کے پیغمبر ﷺ کو معراج ہوئی، سو اپنے دشمن کے ساتھ قتال کے لئے اٹھو اور اپنے لوگوں کو نصرت دو، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے، **انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** "(جہاد کے لئے) نکل پڑو، چاہے تم ہلکے ہو یا بوجھل، اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے"(التوبہ:41)۔ اور ایسے مت ہو جانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ** "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے)کوچ کرو تو تم بوجھل ہو کر زمین سے لگ گئے؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی پر راضی ہو چکے ہو؟ (اگر ایسا ہے) تو (یاد رکھو کہ) دنیوی زندگی کا مزہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، مگر بہت تھوڑا(التوبہ: 38)... ورنہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، **يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ** "اور اگر تم منہ موڑوگے تو تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے"(محمد:38)۔

14 رمضان 1435ھ **حزب التحریر**

بمطابق 12 جولائی 2014

بقیہ صفحہ 6 سے

میں سے جن کو چاہے گا کہے گا کہ ان کے پاس جاؤ ان کا استقبال کرو اور انہیں سلام کہو۔ فرشتے کہیں گے کہ ہم آپ کی جنت میں رہنے والے ہیں اور آپ کی تخلیقات میں سے سب سے بہترین ہیں، تو کیا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم ان کے پاس جائیں، ان کا استقبال کریں اور انہیں سلام کہیں۔ اللہ فرمائیں گے، یہ میرے بندے ہیں جنہوں نے میری عبادت کی اور کسی شخص یا چیز کو میرے ساتھ شریک نہیں ٹھہرایا۔ ان کی وجہ سے سرحدوں کی حفاظت ہوئی اور مشکلات کا منہ موڑ دیا گیا۔ ان میں سے ایک اس حال میں مرا کہ اس کی ضرورت اس کے دل میں ہی رہ گئی کیونکہ وہ اس کو حاصل نہیں کر سکتا تھا"۔

جابروں کو ہٹانے اور جنت کے حصول کی راہ میں آنے والی مشکلات اور مصائب سے ہم نے کسی صورت نہ تو گھبرانا ہے اور نہ ہی اس پر افسوس کا اظہار کرنا ہے۔ **أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلاَ إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ** "کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے، انھیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان لانے والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے"(البقرۃ:214)۔ **أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَـٰهَدُواْ مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّـٰبِرِينَ** "کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں"(آل عمران:143)۔ ہمیں اس زمین پر اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنی چاہیے اور یہ جدوجہد ایسی شاندار ہونی چاہیے کہ جابر خوفزدہ ہو جائیں، ان کا اقتدار لڑکھڑائے اور گر جائے اور ان کا جبر ہمارے ایمان کی مضبوطی اور سختی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے!

غزہ کے مسلمانوں کی حمائت میں حزب التحریر ولایہ پاکستان کے ملک بھر میں مظاہرے

مسلم افواج لازمی فلسطین کو یہود کے قبضے سے آزادی دلائیں

رمضان کے مہینے کے دوران جو کبھی مسلمانوں کے لئے فتوحات کا مہینہ ہوا کرتا تھا، یہودی ریاست نے یہ ہمت کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقدس خون کو غزہ، فلسطین میں بہائے۔ **حزب التحریر** ولایہ پاکستان ملک بھر میں مظاہرے کیئے اور مسلمانوں کی افواج کو پکارا کہ وہ یہودی قبضے کا خاتمہ کریں۔ مظاہرین نے بینرز اور کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر تحریر تھا کہ **"اے پاک فوج! فلسطین کو آزاد کراؤ"، "صرف خلافت حرکت میں آؤ کا قیام ہی فلسطین سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں کو ظلم سے نجات دلائے گا"، " امت کی ڈھال خلافت خلافت"۔**

حزب التحریر افواج پاکستان کو فلسطین کے مسلمانوں کی اس مضبوط پکار کی یاد دلاتی ہے جو رمضان سے قبل جاری کی گئی تھی، **"کیا تمہارے اندر الاقصیٰ سے والہانہ محبت نہیں، کیا تمہارے دل الاقصیٰ میں سجدے کے شوق سے لبریز نہیں، کیا تمہارے دلوں میں الاقصیٰ سے ملاقات کی تڑپ نہیں رہی ہے ؟ کیا تم رسول اللہ ﷺ کے اسراء کے مقام کے دیوانے نہیں ہو، کیا تم اس مبارک سرزمین پر شہادت کے آرزومند نہیں ہو جہاں تمہارا خون صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مبارک لہو سے یکجا ہو ؟ الاقصیٰ تم سے یہ سوال کر رہی ہے ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہاں ہے ---۔ صلاح الدین کہاں ہے---۔ مسلمانوں کا خلیفہ کہاں ہے ، کیا رسول اللہ ﷺ کا مقام اسراء تمہارے نزدیک ایسی بے وقعت ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے یہود اپنی نجاست سے اس کو روندتے رہیں ؟ یہ خلافت کے انہدام کی یاد میں تمہاری طرف الاقصیٰ کی منادی ہے، خلافت کو قائم کرو اور مجھے آزاد کراؤ، خلافت کو قائم کرو اور مجھے بچاؤ---۔"**

مسجد اقصیٰ کی جانب سے اس پکار میں مزید کہا گیا ہے کہ

" اے افواج پاکستان ---۔ امریکہ تمہیں اپنے ہی بھائیوں کو قتل کرنے پر لگا رہا ہے---۔ امریکہ تمہیں تباہ کرنے کے درپے ہے---۔ امریکہ ہی تمہارا دشمن ہے، اس کی غلامی سے اپنے آپ کو نکالو---۔ اپنے درمیان موجود ایجنٹوں کو اٹھا کر باہر پھینک دو---۔ مسلمانوں کو یکجا کرو، اپنے جسم کے ٹکڑوں کو دوبارہ جوڑ دو۔ تم، افغانستان ، ہند کے مسلمان ، وادی فرغانہ اور قفقاز ایک ہی امت ہو اور تم اسلام کی مدد اور اقامت دین پر قادر ہو---۔ لہٰذا حزب التحریر کی تمہیں پکارتی ہے کہ خلافت کو قائم کرو اور پنی بہادر افواج کو بیت المقدس کی طرف گامزن کردو اور تم یہ شرف حاصل کرنے کے اہل ہو"۔

پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس








لاہور۔ لبرٹی چوک میں حزب التحریر کا مظاہرہ۔ میڈیا بھی موجود۔



پشاور۔ حزب التحریر کے مظاہرین کا فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے پاکستان کی افواج کو پر زور پکار



کراچی۔ حزب التحریر کا مصروف کاروباری مرکز میں مظاہرہ

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز ز اور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرَشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس